وعلی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا

الفوز العظیم

یعنی

ے لانا حبیب الرحمن خان شروانی مرحوم

مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ

۱۳۸۸ھ
۱۹۶۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی مرحوم ہماری پرانی علمی و تہذیبی بزم کی آخری شمع تھے، جس سے اس اجڑی محفل میں اجالا تھا، یہ شمع عرصہ ہوا گل ہو چکی، مگر اس کی کرنیں اب تک باقی ہیں، ان ہی میں یہ سفرنامہ بھی ہے، مولانا مرحوم نے ۱۹۲۶ء میں حج بیت اللہ کیا تھا، اور اس سفر کی مختصر روداد بھی قلمبند فرمائی تھی۔ جو ابتک غیر مطبوعہ تھی، اور ان کے خلف الصدق اور ہمارے محترم بزرگ عبید الرحمٰن خاں شروانی کی عنایت سے ہم کو مل گئی یہ روداد ایک اہم تاریخی یادگار ہے۔

حج کے سفرناموں کا موضوع اور اس کے مباحث اگرچہ متعین ہیں، ان میں کم وبیش ایک ہی قسم کے معلومات وجذبات ہوتے ہیں، لیکن لکھنے والے کی شخصیت اور ذوق کی بنا پر ان میں بڑا فرق ہو جاتا ہے، یہی فرق اس سفرنامے اور دوسرے سفرناموں میں ہے، یہ سفرنامہ مصنف کی شخصیت کی طرح لطافت وپاکیزگی کا مرقع ہے، اس کی سب سے بڑی خصوصیت قلم کی ادب شناسی اور تحریر کی حلاوت

و تاثیر ہے، پورا سفرنامہ اخلاص و عقیدت کے جذبات، قلبی تاثرات اور
باطنی کوائف میں ڈوبا ہوا ہے، اُس کی ہر ہر سطر سے حسن عقیدت اور حسن ادب
کا آبِ زلال ٹپکتا ہے، تحریر کی تاثیر اور دلآویزی سے مصنف کے اس شعر

ضیا بخشی رخِ پر نور نے صبح بہاراں کو
دلآرا کر دیا زلف معنبر نے شبستاں کو

کی جو انھوں نے ایک موقع پر لکھا ہے، تصویر نظر آجاتی ہے۔

اس لیے دوسرے اصحاب ذوق کو اس لطف و لذت میں شریک کرنا
مناسب معلوم ہوا، اور اس سفرنامہ کو بالاقساط معارف میں شائع کیا گیا،
اب اس ارمغان حجاز کو کتابی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

معین الدین احمد ندوی

۲۵ر جولائی ۱۹۶۶ء

دار المصنفین اعظم گڈھ

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

بنعمۃ تعالیٰ میرا قصد دو سال سے حج کا مصمم تھا، ایک سال تو یہ ہوا کہ جو رقم اس مبارک سفر کے لیے متعین تھی وہ وقت پر ہاتھ نہ آئی، دوسرے سال امن کا اطمینان نہ تھا، بالآخر فضل ربانی سے وہ با سعادت زمانہ آگیا جو حاضری حرمین محترمین کے لیے مقدر تھا، الحمد للہ سفر خیر و خوبی سے ہوا، رب کریم تعالیٰ شانہٗ حضرت رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل میں قبول فرمالے۔

یہ مختصر یادداشت حالات و واردات کی ہے۔

الاعلام آغاز سفر سے قبل متعدد امور ایسے وقوع پذیر ہوئے جو فال خیر و دال علی الخیر کہے جاسکتے ہیں، میں نشانِ فوز و کامیابی تصور کر کے الاعلام کے عنوان سے درج کرتا ہوں۔

(۱) رجب المرجب (۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء) میں دار الخیر اجمیر میں حاضر ہو کر عرس شریف کے موقع پر دعائے کامیابی سفر کی گئی اور حضرت خواجۂ بزرگ قدس سرہ العزیز کی روحِ پُرفتوح

سے استمداد۔ وہاں ایک شب ایک گلی سے میں گزر رہا تھا، ایک گورا چٹا نوجوان بینوا صدا لگا رہا تھا "کوئی موٹا آئے گا تو روٹی کھلوائے گا"۔ میں نے کچھ نذر کیا اور آگے بڑھ گیا، بینوا نے بہ آواز بلند کہا "خواجہ میرا موٹا تو آگیا"۔ یہ آواز دلنواز ہوئی، اور میں نے فال خیر سمجھی۔

(۲) اواخر رجب میں علماء کی ایک مجلس کا اہتمام کیا گیا جس نے مسلم یونیورسٹی کے واسطے نصاب دینیات وعلوم عربیہ تجویز کیا،

(۳) ۴ر شعبان المعظم کو میری پوتی ذاکرہ خاتون سلمہا کا عقیقہ ہوا۔

(۴) ۱۵ر شہر مذکور کو چھوٹی لڑکی کے عقد سے مع الخیر فراغ حاصل ہوا، چند ہی روز میں سامان سفر بفضلہ تعالیٰ مہیا ہو گیا،

(۵) اسی اثنا میں حصن حصین کے مطالعہ کی برکت سے مسجد حبیب گنج میں نوافل اشراق شروع کیے گئے جو الحمد للہ اب تک جاری ہیں۔[۱]

(۶) ۲۲ر شعبان کو حاضری حیدرآباد ہو گیا، وہاں سرکاری قافلۂ حجاج کی روانگی کا انتظام کیا، تراویح میں سماعت کلام پاک کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ۲۵ر رمضان المبارک کو رخصت حج بلا تنخواہ حاصل کر کے ۲۸ر کو حبیب گنج آگیا، حیدرآباد سے روانگی کے وقت عارف یمانی حضرت حبیب عیدروس کی خدمت میں حاضر ہو کر دعائے خیر کی برکت حاصل کی، بمبئی سے جہازوں کی روانگی کی تاریخیں شیخ حاجی احمد صدیق کھتری صاحب کے ذریعہ سے موصول ہونے پر ۱۶ر شوال المکرم

---

[۱] بفضلہ تعالیٰ اب بھی جاری ہیں، ۲۲ر رجب المرجب ۱۳۶۲ھ۔ اب بھی جاری ہیں، ۲۴ر رجب ۱۳۶۴ھ۔ اب بھی جاری ہیں، ۱۳۶۵ھ اب بھی جاری ہیں، جمادی الاخریٰ ۱۳۶۶ھ، بفضلہ تعالیٰ اب بھی جاری ہیں، ربیع الاولیٰ ۱۳۶۷ھ

روانگی کے واسطے مقرر کی گئی ۔

(۷) قبل روانگی حضرت پیرومرشد رضی اللہ عنہ کے آستانۂ فیض کاشانہ پہ حاضری ضروری تھی، چنانچہ ۱۰ شوال المکرم کو شرف حضور حاصل ہوا، ایک دن رات حاضر رہا، ۱۱ شوال کو بوقت صبح فاتحہ پڑھ کر رخصت ہوا، ابتک قلب پر ایک قبض کی سی کیفیت تھی جس کا خیال تھا۔ بعد فاتحہ چلا ہی تھا کہ قلب میں ایک کیفیت بسط پیدا ہوئی اور قلب نے وہ لطف محسوس کیا جو بزرگوں کی شفقتِ خاص سے حاصل ہوتا ہے، آنکھیں پرنم ہوگئیں، دیر تک یہ کیف رہا، دل نے سمجھ لیا کہ بدرقۂ لطف کرم فرما ہے۔

دورانِ حاضری میں مولانا عبدالکریم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر التجائے دعا کی، دعا فرما کر نصیحت کی کہ "میاں بے تعلق ہوکر جاؤ تو لطف ہے، ورنہ منہ اُدھر رہا اور دل اِدھر تو سفر بے نتیجہ ہوگا۔" مکرر یہ ارشاد ذہن نشین فرمایا یہ شعر بار بار پڑھا:

فراغت یافتم از حج و عمرہ
چو احرام سر کوئے تو بستم

۱۲ شوال کو فیض آباد میں مولانا شاہ نیاز احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ پہلی حاضری تھی، کسی نے میرا تعارف کرایا تو فرمایا "اپنے شاہزادے ہیں"۔ استدعا پر غایت شفقت سے دعا فرمائی، دعا میں یہ الفاظ بھی تھے "الٰہی نہایت آرام اور بڑی عزت سے یہ سفر ہو"۔ الحمد للہ دونوں بزرگوں کے ارشاد کارگر ہوئے۔

اسی سفر میں بہ تقریب دعوت برخوردار حاجی غلام محمد خاں خیرآباد میں حاضر ہوکر وہاں کے حضرات کے آستانۂ مبارک پر فاتحہ پڑھی، اس سفر سے واپس آکر علی گڑھ میں استاذین مکرمین مولانا عبدالغنی خاں اور مولانا لطف اللہ رحمہما اللہ کے مزاروں پر

فاتحہ پڑھی،

(۸) ایامِ شرکت ریاست میں جن جن شہر کار کا کام کیا تھا، ان سے یہ کہکر معافی چاہی کہ از خود خیانت نہیں کی تاہم اعتراف بشریت ہے، سب نے بطیب خاطر معافی دی جزاہم اللہ خیراً۔ اسی طرح رعایا و ملازمین سے معافی چاہی، مطالبے ادا کیے، جو نہ ہو سکے ان کے ادا کرنے کی وصیت برخوردار عبدالرحمن خاں سلمہ کو کی،

(۹) ایک شرفِ عظیم یہ حاصل ہوا کہ اعلیٰ حضرت نظام نے یہ خدمت سراپا سعادت میرے سپرد فرمائی کہ مسجد نبویؐ اور روضۂ منورہ کی مرمت اور جانمازوں وغیرہ کی تیاری کا تخمینہ کرکے پیش کروں، اس خدمت میں امداد کے لیے میں نے مولوی سید عطا حسین صاحب انجنیر کی ہمراہی کی استدعا کی جو منظور فرمائی گئی۔

سفر ۱۰ ارشوال المکرم ۱۳۴۳ھ شنبہ کو بعد نماز عصر حصن حصین کی ادعیۂ ماثورہ پڑھکر حبیب گنج سے روانہ ہوا، بوقت روانگی جناب استاذی مولانا سید اکبر صاحب کی دعائے خیر کی سعادت حاصل ہوئی، مولانا سے میں نے عربی شروع کی تھی، کالو خاں ضلع پشاور میں وطن ہے، ترمذی سادات سے تھے اور حضرت اخون صاحب سوات کے مرید، اتفاقاً اسی زمانۂ سفر میں حبیب گنج تشریف لے آئے تھے،

علی گڑھ پہنچکر دو روز حسب فرمائش برادر مکرم نواب سر مزمل اللہ خاں صاحب کی کوٹھی میں مقیم رہا، اعزہ و احباب نے رخصت کے لیے وہاں کرم فرمایا، محب قدیم منشی احتشام علی صاحب لکھنؤ سے تشریف لائے، یہ وقت بہت اطمینان و مسرت سے بفضلہ تعالیٰ بسر ہوا، جسے دیکھکر موصوف برادر مکرم نے فرمایا کہ "حج کو قافلے تو بہت گئے ہیں مگر جس اطمینان، مسرت اور استقلال سے تم جا رہے ہو پہلے نہیں دیکھا

ایک روز مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے دعوت سے مشرف فرمایا، مجمع کثیر تھا اور کھانے لطیف، بعد ختم طعام دعائے خیر فرمائی، نیز علی گڑھ کے اسٹیشن پر روانگی کے وقت دعا فرمائی، ۱۹ ر شوال کو دلی پہنچا، حکیم بھورے خاں صاحب نے دوپہر کو دعوت کی اور اپنے یہاں ٹھہرایا، شام کو حضرت خواجہ باقی اللہ رضی اللہ عنہ کے آستانۂ مبارک پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی، دعا کی، مغرب کی نماز با جماعت مسجد خانقاہ مظہری میں ادا کی، بعد نماز حضرات خانقاہ شریف کے مزارات پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی اور دعا مانگی، وہیں سے سیدھا اسٹیشن پر آیا اور ایکسپریس سے روانہ بمبئی ہوا، اسٹیشن پر ایک تصرف حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کا دیکھا، چنانچہ جنابہ ہمشیرہ صاحبہ اپنی پیرانی بی کے پاس خانقاہ شریف میں ٹھہری تھیں، ان کے اسٹیشن پر پہنچنے میں اس قدر تاخیر ہو گئی کہ تردد ہوا، کل قافلہ مع سامان کے ریل میں بیٹھ چکا، نہ پائے رفتن نہ روئے ماندن، حکیم بھورے خاں صاحب کی فرمائش سے دو منٹ ریل رو کی گئی، اب بھی انتظار تھا، اسی اضطراب میں حضرت پیر و مرشد کی جانب میں نے توجہ کی، آنکھیں کھولیں تو پالکی پاس کھڑی تھی، ہمشیرہ صاحبہ بھی با اطمینان سوار ہو گئیں، اب ریل روانہ ہوئی، دہلی میں ریل کے انتظام میں مولوی سید بہاء الدین صاحب رئیس دہلی نے بہت ہمدردی فرمائی، جزاہ اللہ تعالیٰ عنی خیراً اثنائے راہ میں بھوپال کے اسٹیشن پر تین عالی قدر مخدوم زادوں کی زیارت و ضیافت سے مشرف ہوا، مولوی حافظ محمد عنایت اللہ خلف الصدق حضرت مولانا لطف اللہ، حکیم حاجی عبد القادر خاں صاحب خلف رشید حضرت شاہ عبد الغفور خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجددی نقشبندی، شاہ جہاں پوری اور شیخ عبد اللہ میاں خلف الصدق

حضرت شیخ حسین محدث یمنی رحمہم اللہ تعالیٰ، بارودہ کے اسٹیشن پر عزیز عبدالحمید خاں نے سہ پہر کی چائے کی ضیافت کی، ۲۱ شوال کی صبح کو قافلہ مع الخیر بمبئی پہنچا، نفیس دلہن حیدرآباد سے آگئیں، سب مل کر شیراز کاٹیج بنگلے میں مقیم ہوئے، یہ بنگلہ موٹلی بائی اسٹریٹ میں کلب روڈ پر شیخ الفضل کے بنگلے کے قریب واقع ہے، دو منزلہ صاف ستھرا آرام کا مکان تھا، شیخ احمد صدیق کھتری نے جملہ انتظام بمبئی میں عمدہ اسلوب اور غایت عنایت سے کیے، جزاہ اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزا، صاحب مکان حاجی جعفر بھائی بیرسٹر نے بے کرایہ قیام کی اجازت فرمائی، سامان ضروری کرایہ پر لیا گیا، بیرسٹر صاحب کا شکر عنایت ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ادا کیا، شیخ الفضل بمبئی کے معزز تاجر ہیں، نمازی کمپنی کے ایجنٹ ہیں جو حجاج کو لیجاتی ہے، ابن سعود کے بھی ایجنٹ ہیں، کھتری صاحب نے ان کے ذریعہ سے جہاز کا اور حجاز کا انتظام کیا جس سے بہت کچھ آرام ملا، آسانی حاصل ہوئی، بارہ روز بمبئی میں قیام رہا، موسم خوشگوار آموں کی بہار، رحمت کا ظہور، نعمت کا وفور، بلدۃ طیبۃ و رب غفور، حیدرآباد کا قافلۂ حجاج بھی آیا ہوا تھا، اختر یار جنگ بھی تھے، وقت بہت اچھا گذرا، شیخ الفضل نے مہربانی سے دعوت بھی کی۔

بالآخر سمندر کا سفر شروع ہوا ع

دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسا ہا

۴ ذیقعدہ روز دوشنبہ کو سہ پہر کے وقت نمازی کمپنی کے جہاز "کرجستان" نامی پر مع الخیر سوار ہوئے، شیراز کاٹیج میں قیام رہا، کرجستان میں سفر ہوا، جمال و جلال دونوں کے مظاہر گویا جمع تھے، جہاز میں بہترین سیلون اور کمرے

قیام کے لیے، انتظام اور صفائی بہت اچھی تھی، کپتان خلیق اور معقول تھا، حجاج کی آسائش و رعایت کا پورا خیال رکھتا، ساتھ ہی ضبط و آئین کا بھی۔

جہاز پر سوار ہوتے ہی تین شوق بالکل فنا ہو گئے۔ اخبار بینی، شعر گوئی، اور پان خوری، چند روز قبل سے اردو شعر کہنے کا ذوق از خود پیدا ہو گیا تھا۔ بے ساختہ شعر موزوں ہوتے، کبھی کبھی بہ یک وقت دو دو غزلیں موزوں ہوتی رہتیں، جو طرح پسند آجاتی، غزل پوری ہو جاتی، سمندر میں پہنچکر گویا یہ سوتا خشک ہو گیا۔ اخبار واپسی بمبئی تک دیکھا ہی نہیں اور نہ دل چاہا، حالانکہ برسوں سے التزام و اہتمام تھا، جو مسافر جہاز کے فرسٹ کلاس میں تھے ان میں "موتمر" اور سیاسیات پر بحث کا بہت ہنگامہ تھا جو اکثر اوقات برپا رہتا، میری طبیعت بحمدہ بالکل اس سے بیگانہ رہی۔ ایک بار سے زیادہ مجھ سے شرکت "موتمر" کی بابت سوال ہوا اور ہر دفعہ میں نے انکار کیا، میرا وقت زیادہ تر مسائل حج دیکھنے اور ادعیۂ حج یاد کرنے میں گذرا، مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے از راہ کرم ایک رسالہ مسائل حج پر لکھ کر توشۂ سفر ساتھ کر دیا تھا۔ وہ برابر دیکھا، اس سے ادعیہ ایک جگہ لکھ کر یاد کیں، "تاریخ حرمین شریفین" الاعلام اور سفر نامۂ خدیو مصر عباس حلمی پاشا بھی ساتھ تھا۔ مگر ان کے پڑھنے کو بھی دل نہیں چاہا، الحمد للہ بہت کچھ یکسوئی رہی، جذب القلوب الی دیار المحبوب حضرت شیخ دہلوی رحمہ اللہ کا مطالعہ البتہ کیا، اس کا انتخاب سفر مدینہ طیبہ کے لیے ملتوی رکھا۔

جہاز نے براہ کراچی سفر کیا تھا، ۶ ذیقعدہ گذار کر ۹ بجے شب کو کراچی پہنچے۔ الفضل کے ایجنٹ جہاز تشریف لائے، کراچی میں اترنے کی دعوت دی،

صبح کو کراچی گئے، دوپہر کا کھانا موصوف ایجنٹ کے یہاں کھایا، اسی روز پانچ بجے شام کو جہاز کراچی سے روانہ ہوا، کراچی سے روانہ ہونے پر اثنائے راہ میں ایک واقعہ پیش آیا، کراچی سے ایک گروہ غیر مقلدوں کا جہاز پر سوار ہوا، اسی روز شام کو نماز مغرب کی جماعت کا انتظام انھوں نے کیا، میں بھی شریک جماعت کے خیال سے ہوگیا، اس کے بعد بارش اور ہوا کا سلسلہ شروع ہوا، عشاء کی نماز انھوں نے جماعت سے میرے کمرے میں آکر پڑھی، اس طرح اتفاقاً پھر شرکت جماعت ہوگئی، اس کا اثر قلب پر صبح کو سخت ہوا، انقباض کی کیفیت سے میں گھبرا گیا، جذب القلوب کے مطالعہ سے قلب میں رقت پیدا ہوئی اور اس کے اثر سے یہ کیفیت رفع ہوئی، پھر نماز ان کے ساتھ نہیں پڑھی،

چونکہ اس راستے میں عدن نہیں آتا، اس لیے سب سے پہلے مبارک سرزمین عرب کا حصہ پیرم جزیرہ دیکھا، کپتان نے پہلے سے اس کے آنے کی خبر دیدی تھی، اس لیے انتظار تھا جب وقت وہ پاک زمین نظر آئی، نگاہ محبت و عقیدت سے دیکھی، قلب میں رقت پیدا ہوئی، آنکھوں میں آنسو بھر آئے، گنہگاری یاد آئی، دیر تک دعا و استغفار کا سلسلہ عجز و نیاز کے ساتھ جاری رہا، سرزمین مقدس عرب کی یہ پر تزکیہ تاثیر ہر ہر مقام پر دیکھی۔

دوشنبہ ۱۸ ذیقعدہ کو ۹ بجے صبح جہاز بندرگاہ جدہ میں داخل ہوا ؎

شکر کہ جمازہ بہ منزل رسید

زورقِ امید بہ ساحل رسید

جدہ کے حمالوں کی دراز دستی اور جھڑک کی دھمکیوں کا اندیشہ بہت کچھ

دلایا گیا تھا، اس لیے خیال تھا، اس کی بندہ نوازی، جہاز کے پہنچنے کے بعد ہی شیخ علی رضا زینل قائم مقام جدہ، رئیس البلدیہ جدہ (میونسپلٹی) اور مدیر اخبار ام القری اور ایک صاحب میرے سیلون میں تشریف لائے، ملک الحجاز ابن سعود کی جانب سے خیر مقدم کیا، اور موٹر کشتی میں ہم سب کو سوار کر کے عدبہ آرام پہنچا دیا۔ قیام کے لیے قصر شریف علی تجویز ہو چکا تھا، یہ ایک شاندار عمارت سمندر کے کنارے پر ہے، جو شریفیہ عہد میں دارالامارۃ تھی، تھوڑی دیر میں بقیہ ہمراہی اور سامان بھی وہاں پہنچ گیا، جس وقت کا اندیشہ تھا وہ بفضلہ تعالیٰ خواب میں بھی نظر نہ آئی، اس دن اور شب کو جدہ میں قیام رہا، ضیافت بھی ابن سعود کی جانب سے تھی۔ سہ پہر کے وقت قائم مقام جدہ کے مشورہ کے بموجب ملک الحجاز کو اپنے جدہ پہنچنے کی اطلاع تار کے ذریعہ سے کی اور اخلاقاً حاضری کی اجازت طلب کی، جواب میں پُرعنایت خیر مقدم کا پیام آیا، شام کو انگریزی کونسل سے ملاقات کی۔

۱۹ ذیقعدہ سہ شنبہ کو دوپہر کے قریب تین موٹر لاریوں پر (جو حکومت کی جانب سے مہیا کی گئی تھیں) ہمارا قافلہ روانہ مکہ مکرمہ ہوا، جناب عم محترم مولوی حاجی محمد عبدالشکور خاں صاحب مرحوم کی روح کو ام الحوا کے قریب پہنچکر ثواب فاتحہ بخشا، جناب ممدوح یہیں بعد سفر حج و زیارت مدفون ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ راستے میں سخت تپش تھی، پاؤں کو اس قدر حدت محسوس ہوتی تھی گویا چولھے کے پاس رکھے ہیں، بایں ہمہ لطفِ نہانی جاں نواز تھا، قلب فرحت سے باغ باغ ہو رہا تھا ے

ہوں میں گل چین گلستانِ خلیل
آگ میں ہوں پہ باغ باغ ہوں میں
(درد)

ایک بار سے زیادہ اس دوران میں، رقت آمیز دعا، و استغفار کی نوبت آئی، خصوصاً حد حرم میں داخل ہونے کے وقت بمقام جدہ پورا جوش نیاز و عجز تھا، پیہم دعا، و استغفار تھے، اشک رواں تھے، مکہ مکرمہ زادہا اللہ تعالیٰ تشریفاً کے قریب پہنچکر سات کبوتر نظر آئے، الحمد للہ حرم شریف میں سات جمعے ادا ہوئے، لاری کے قائد نے اشارہ کرکے کہا "ہذا حمام الحمی"، عاجز دل نے محسوس کیا کہ مسافر نوازی فرمائی گئی، اس تصور سے دیر تک ایک کیف رہا، دعاؤں کے ورد کے ساتھ عصر کے وقت لاریاں مکہ مکرمہ پہنچیں اور ایک عمر کی تمنا بلکہ حاصل زندگی تمنا فضل ربانی سے بر آئی، زیارت بیت اللہ المکرم و حاضری مسجد الحرام کا شرف حاصل ہوا، فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ، ظہر (قضا) اور عصر کی نماز مسجد الحرام میں ادا کی، طواف، عمرہ و سعی صفا و مروہ سے مشرف ہوکر احرام اتارا، پیاس تھی، برف کی بالائی اور تازہ خوبانی ذائقہ نواز و سرمایۂ تسکین ہوئی، الحمد للہ تعالیٰ،

قیام ضیافت کا اہتمام منجانب حکومتِ حجاز تھا، حرم شریف سے بالکل متصل "بیت خوقیر" میں قیام ہوا، یہ مکان باب الدریبہ کے قریب اور کتاب خانۂ سلطان عبد المجید خاں مرحوم کے آمنے سامنے ہے، عالیشان کئی منزل کی عمارت ہے،

سلطان سلیمان خاں اعظم نے چاروں مذاہب کی فقہ کی تعلیم کے لیے مدرسہ بنوایا تھا، مرور زمانہ سے شخصی ملک ہوگیا، حافظ وہبہ مصری مشیر حکومت مع ہمراہیان ملاقات و تبریک کے لیے تشریف لائے، شکایت کی کہ آمد کی اطلاع نہ دی گئی،

اس لیے وقت پر خیر مقدم نہ ہوسکا جس کا پہلے سے انتظام تھا، مولوی ندیم احمد رضا صاحب
مجددی سے حرم محترم کے دروازہ پر عین حاضری کے وقت ملاقات ہوگئی تھی، دوسرے
روز مقامی اخبار ام القریٰ میں یہ خبر شائع ہوئی کہ میں قاضی القضاۃ حیدرآباد کی حیثیت سے
مندوب ہوکر شرکتِ مؤتمر کے واسطے آیا ہوں، میں نے اول موقعہ پر اہل حکومت سے
اس کی زبانی تردید کردی، کہدیا نہ میں قاضی القضاۃ ہوں اور نہ مندوب، مؤتمر
میں شرکت بھی نہیں کروں گا، محض حج کی نیت سے ذاتی طور پر حاضر ہوا ہوں،
جب وجہ عدم شرکت بار بار دریافت کی گئی تو بالآخر میں نے تجربے کی بنیاد پر کہا کہ
ایسی مجالس سے سوائے بحث و مباحثہ کے کسی عملی نتیجے کی امید بیجا ہے، لہذا میں
نیت حج میں کسی اور کام کی شرکت پسند نہیں کرتا،

۲۲ ذیقعدہ کی شب کو بعد عشاء ابن سعود سے سقافیہ میں ملاقات ہوئی،
حافظ وہبہ مصری آکر حکومت کے موٹر میں لے گئے، سلطان اس وقت حدیث شریف
سن رہے تھے، مجھ کو بہ اصرار اپنے قریب بے تکلف بٹھایا، حدیث شریف کے
سماع سے فارغ ہوکر گفتگو کی، ملاقات تو تقریباً ۴۵ منٹ تک رہی مگر باتیں کم
ہوئیں، زیادہ حصہ سکوت میں گذرا، دو مرتبہ میں نے اجازت بھی چاہی، مزید نشست
پر اصرار کیا، خیر مقدم کے بعد راستے کی خیریت دریافت کی، آسائش قیام کا حال
پوچھا، مدینہ طیبہ کے راستے میں موٹر چلنے پر خیالات ظاہر کیے، کہا ابھی محطات
نہیں جہاں سامان ضروری دستیاب ہو، اس لیے تاخیر ہے، عنقریب چلنے
لگیں گی، حیدرآباد کی آبادی اور پیداوار پر گفتگو کی، ایک موقعہ پر میرے استفسار پر
حافظ وہبہ نے بتایا کہ سلطان نے ملاقات کے بعد تمہاری نسبت کہا ھو رجل اصیل۔

۲۵ ذیقعدہ کو مؤتمر الاسلام کا اجلاس ہوا، افتتاح خود ابن سعود نے باضابطہ جلوس کے ساتھ کیا، ایک روز قبل سامع کا ٹکٹ بھیجکر مجھ سے بھی صرف جلسۂ افتتاح کی شرکت کی فرمایش کی تھی، چنانچہ میں بھی شریک ہوا، افتتاح کے بعد چلا آیا، پھر شریک نہ ہوا، جلسے کا رنگ دیکھ لینے کے بعد اہل الرائے نے میری رائے کی تحسین کی، ایک روز مدرسہ صولتیہ بھی دیکھا، مدرسہ تو بند تھا، عمارت دیکھی، نیز کتب خانہ، عمارت اگرچہ ناتمام ہے تاہم بہت کچھ بن چکی ہے، مسجد کی عمارت شمالی ہند کے مساجد کے نقشے کے مطابق ہے، مولوی محمد سعید صاحب مہاجر کا اہتمام و تدبر قابل صاد ہے۔

۸ ذی حجہ سے قبل منیٰ میں جاکر مکان پسند کیا، اثنائے راہ میں جبل النور معلوف صاحب نے دکھایا، ایک سیدھی بلند چٹان دیدہ افروز تھی، جس کا رنگ اداہٹ لیے محسوس ہوا، اس مبارک چٹان سے گویا نگاہ لپٹ گئی، جب تک سامنا رہا دیکھتا رہا، نظر جم جانے کے بعد بداہتہ ایک نرالی بہار کے آسمانی لمعہ عرشی تعلق کا قلب محسوس کرتا رہا، جسقدر احساس قوی ہوتا گیا قلب پر ایک کیفیت بیخودی و وجد بڑھتی گئی، یہ اس امر کی شہادت ہوگی کہ ہنوز نزولِ وحی کے برکات و آثار اس بقعۂ مبارکہ پر فیض بار ہیں

ہنوز آں ابر رحمت درفشان ست

۲ ذی حجہ کو جلسۂ امداد تعمیر نہر زبیدہ خاتون میں ابن سعود سے مکرر ملاقات ہوئی، ایک ہزار روپیہ چندہ دیا گیا۔

۸ ذی حجہ کو حطیم میں احرام باندھا اور منیٰ کو روانگی ہوئی، مکان آرام کا تھا، صاف، وسیع، ہوادار، متعدد قطعے تھے، مغرب کی نماز مسجد خیف میں ادا کی، شب کو مصریوں اور نجدیوں سے تصادم کا واقعہ پیش آیا، ہمارے مکان تک

چند آوازیں فیر کی سی آئیں، بدؤں میں اضطراب ہوا، مع اونٹوں کے بھاگنا چاہا، حوشے (احاطے) کا دروازہ بند کر دیا گیا، دوسرے روز عرفات کے راستے میں ایک اونٹ گولی کے زخم سے مرا ہوا دیکھا، اس سے زیادہ واقعے کا کچھ اثر ہم کو محسوس نہیں ہوا،

۹ ذی حجہ کو عرفات میں دوپہر کے قریب حاضری ہوئی، ایک موقع پر جبل رحمت کے قریب خیمے نصب ہوگئے، آرام سے ٹھہر گئے۔ گرمی تیز تھی، پانی وافر تھا، سقے بار بار لاتے، ضرورت نہ ہونے کے سبب انکار کر دیا جاتا، دوپہر کے کھانے کے بعد تناول ہوا، آخیر بمبئی کے آموں میں سے ایک آفوس آم بچ رہا تھا، حاجی محبوب خادم نے لا کر دیا، میں نے باریک باریک قاشیں کر کے ایک خود کھائی باقی رفقا کو کھلائیں، شکر نعمت ادا کیا، ظہر کی نماز مسجد نمرہ میں ادا ہوئی، سلطان یا نائب سلطان امام نہ تھے، اس لیے صرف ظہر کی نماز جماعت سے ادا کی، اس کے بعد خیمے میں آکر تلاوت کلام مجید کی، راستے میں ریت اس قدر تپ رہی تھی کہ ولی کے جوتے کے اندر پاؤں سوزش محسوس کرتے تھے، خیمے سے مسجد کا اندازاً ایک میل کا فاصلہ ہوگا، تاہم دل اس قدر محظوظ تھا کہ فرحت کا ایک جوش سینے میں محسوس ہوتا تھا، مسجد میں جس وقت پہنچا تو نمازیوں سے معمور تھی، صحن میں دھوپ میں بیٹھنے کا قصد کیا، اندر سے ایک صاحب نے نام لیکر اندر بلایا، میں نہ گیا تو اصرار کر کے بلا لیا، صف اول میں جگہ بہ آسائش مل گئی، بلانے والے صاحب ہندوستانی معلوم ہوتے تھے، مگر میں باوجود غور کے پہچان نہ سکا، جزاہ اللہ تعالیٰ عنی خیراً۔

اذا جاء احدکم فاوسع له اخوه فانما هی کرامة اکرمه الله بها۔

(رخ، ہب۔ الجامع الصغیر) نماز عصر خیمے میں ادا کی، اس کے بعد جبل رحمت کی حاضری سے مشرف ہوا، میرے ہمنام مولوی لدھیانوی ساتھ لے گئے، مقام ناقۂ نبوی قصواء نامی کے قریب حاضر ہو کر دعا شروع کی، ہاتھ اٹھنے کے بعد دعا کے الفاظ زبان پر آئے تھے کہ قلب میں ایک جوش خضوع پیدا ہوا، آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، تَرٰی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ۔ بدن جھک گیا، معاصی کی یاد اور ندامت دل و جسم کو گھلائے دیتی تھیں، گھلاوٹ آنسو بنکر آنکھوں سے رواں تھی، اسی عالم میں دیر تک استغفار و دعا کا سلسلہ جاری رہا، الحمد للہ خضوع و خشوع کا وہ عالم طاری ہوا جو مدۃ العمر کبھی نہ دیکھا تھا، آنسوؤں سے نہ صرف چہرہ اور داڑھی تر ہوئی بلکہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھی تر بتر ہو گئیں۔ قال اللہ تعالیٰ

تَرٰی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ

یہ بین دلیل جوش رحمت کی تھی، فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ ختم دعا کے بعد قلب نے راحت سکون محسوس کی، جو بنعمتہ تعالیٰ دلیل قبول دعا ہو گی، مغرب کا وقت اچھی طرح ہو جانے پر عرفات سے مراجعت ہوئی، روانگی کے وقت چادر شب نے اس وسیع اور متبرک و مقدس میدان کو چھپا لیا تھا، ہزاروں انسان اور اونٹ اس اندھیرے میں رواں تھے، اس وقت مجھکو ایک عجیب کیفیت کا احساس ہوا، قلب نے محسوس کیا کہ جس قدر میدان انسانوں سے خالی ہوتا جاتا ہے، آسمان سے نازل ہونے والے ملائکہ سے بھرتا جاتا ہے۔

یہ احساس دم بدم قوت پکڑتا گیا۔ آنکھیں تو نہ دیکھتی تھیں، باقی تمام کیفیت اُس قدسی گروہ کے نزول[1] واجتماع کی قلب محسوس کرتا تھا یعنی قلب کو احساس قرب عظمت و تقدیس کا تھا۔ دیر تک اور دور تک یہ کیفیت طاری رہی، مزدلفہ پہنچکر نماز مغرب و عشاء ملا کر پڑھی، رمی جمار کے لیے کنکریاں چنیں، اونٹوں کے حلقے میں زمین پر بستر جمائے گئے، تہامہ کی رات کا سماں دیکھا، اُس شب کی خنکی و راحت اور خوابِ راحت ساری عمر یاد رہے گی ؎

سقی اللہ لیلاً لصدغ الکواعب شبے عنبریں موئے و مشکیں ذوائب

ظاہراً ایک عالم تھا جو عالم سفلی کی کیفیات سے بالاتر تھا، سونے میں سہاگا چاندنی نے سرور کو پرنور کر دیا تھا، یارب کریم وہ پُرنور سرور پھر نصیب حبیب فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین،

منیٰ واپس آکر قربانی کی، رمی جمار سے بہ اطمینان فراغت حاصل ہوئی، شب دوازدہم کو منیٰ میں صبح کے قریب میں نے خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے "یہ حج عدم کا ہے"۔ میں نے پوچھا کیا مطلب، کہا "ان کا جو بے تعلق رہے"۔ مولانا عبد الکریم صاحب مراد آبادی کا مقولہ یاد کرو، اللہ پاک اپنے حبیب کریم

---

[1] مشاہد الحج وہی مواطن الشریفۃ التی یحضرون الملائکۃ والابرار من الناس

(المفردات امام راغب)

علیہ افضل التحیۃ والتسلیم کے صدقے میں اس زمرے میں مجھ عاجز گنہگار بندے کو بھی داخل فرمادے۔ نیز میرے ساتھیوں اور دوسرے مسلمانوں کو۔

۱۲ ذی حجہ کی شام کو حرم شریف میں پہنچکر طواف زیارت سے مشرف ہوا۔

۱۷ ذی حجہ کی شب کو ایک اور خواب دیکھا، بوقت صبح، ایک میدان میں مکہ مکرمہ کے باہر کھڑا ہوا ایک مشکک فی الدین کو سمجھا رہا ہوں، اسی میدان میں کچھ فقراء بڑے بڑے بال والے کالے رنگ کے، اوپر کا جسم برہنہ، اپنا اپنا فقیرانہ سامان لیے بیٹھے ہیں، تھوڑی دیر میں بڑے بڑے پرندے قاز اور بطوں کے برابر کثرت سے اڑتے نظر آئے، جس مشکک کو میں سمجھا رہا تھا، اس کو یہ پرندے دکھلانے لگا، وہ پرندے قریب آئے تو معلوم ہوا بڑے بڑے کبوتر ہیں، اسی عرصے میں اُن فقراء نے بھی اڑنا شروع کیا، بڑی قوت اور جوش سے، بال سب کے ہوا میں اڑتے تھے، ایک دو ان میں سے ایسے بھی تھے جو دوسرے کے کندھے پر سوار اڑ رہے تھے، ہاتھ میں دوربین تھی جس سے آسمان کی طرف دیکھتے جاتے تھے، میں اُن فقرا کو کھڑا دیکھتا رہا، اور مشکک کو سمجھاتا رہا،

منیٰ میں سوءِ ہضم کی شکایت ہوگئی، مکہ مکرمہ پہنچکر بڑھ گئی، تاہم نیچے اترنا، حاضر حرم محترم ہونا جاری رہا، مکہ مکرمہ حاضر ہونے پر حج سے قبل قاری عبدالرحیم صاحب کو (جو شعرا و قراء کے دورِ سابق کی یادگار اور قاری عبدالخالق صاحب مرحوم

کے بھائی ہیں) قرآن شریف سنانا شروع کر دیا تھا۔ الحمد للہ یہ سنانا ۲۱ ذالحجہ کو ختم ہوا، قاری صاحب نے فاتحہ ختم پڑھی، اسی عرصے میں الشیخ حبیب اللہ الشنقیطی سے حدیث مصافحہ و مشابکہ کی، نیز دیگر مرویات کی سند حرم شریف میں حاصل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ شیخ ابو شرف صاحب نجدی سے متعدد بار ملاقات ہوئی، موصوف نے ایک روز دعوت ناشتہ بھی کی۔

"اخوان" کی زیادتیوں کی خبریں سن سن کر مکہ مکرمہ کے مشاہد مقدسہ میں حاضر ہونے کا قصد نہیں کیا، جبل ابو قبیس کی زیارت البتہ مکان میں سے ہوتی رہتی تھی، یہ مقدس پہاڑ مکان کے بالکل سامنے تھا، ۲۱ ذی الحجہ کے بعد پیچش کی زیادتی ہو گئی، نیچے اترنا بالکل موقوف ہو گیا، حکیم تفضل حسین خان صاحب رامپوری نے نہایت عنایت و ہمدردی سے علاج فرمایا، دو مرتبہ روزانہ صبح و شام آتے، بعد عشاء مزاج پرسی فرما لیتے، جزاہ اللہ تعالیٰ عنی خیر الجزاء، آخر آخر میں پیچش میں شدت ہو گئی تھی، دن رات میں کم و بیش ۵۰ اسہال آجاتے تھے۔ تاہم بفضلہ تعالیٰ نماز صبح و مغرب جماعت سے ادا ہو جاتی، نیز جمعہ کی، بیت اللہ الحرام سامنے تھا، جس وقت جماعت شروع ہوتی میں بھی اقتدا کر لیتا، ان نمازوں کے سوا یہ حالت تھی کہ نماز عشاء، دو دو تیموں سے ادا کی جاتی تھی، سُدّے خارج نہ ہوتے تھے، اس لئے مسہل کی ضرورت معالج نے محسوس کی، علالت کے زمانہ میں مولانا الحاج شفیع الدین صاحب (خلیفہ حضرت

حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ) نے متعدد بار کرم فرما کر مزاج پرسی کی، ایک بار اُس وقت تشریف لائے جب مسہل تجویز ہو چکا تھا۔ فرمایا آب زمزم شریف بہ نیت اسہال پیو، پیا، مسہل کامیاب ہوا، سُدّے خارج ہو گئے، اب حابسات کا استعمال شروع ہوا، ان دنوں میں تشریف لائے تو فرمایا اب حبس کی نیت سے زمزم شریف پیو، پیا، نفع عاجل حاصل ہوا،

دوران علالت میں جس سلیقے، ترتیب، دلسوزی اور استقلال سے دردانہ نے تیمارداری کی وہ مدت العمر یاد رہے گی۔ اسی زمانے میں اسماء خاتون ان کی بھانجی بھی علیل ہو گئی تھی، بخار سخت تھا جس سے تردد تھا، تاہم انکے استقلال میں ذرا بھی فرق نہ تھا۔ اہتمام علاج و تیمارداری اس سے ظاہر ہو گا کہ ہر اجابت کے بعد صاف طشت بدل دیا جاتا تھا، جزاہ اللہ تعالیٰ عنی خیر الجزاء۔ خفت مرض کے بعد ارادہ ہوا کہ چندے طائف میں تبدیل آب و ہوا کی جائے، قوت آنے پر مدینہ طیبہ کا سفر مبارک ہو۔ اس ارادہ کی اطلاع ابن سعود کو ہوئی تو براہ عنایت وہاں قیام کا انتظام کر کے مجھ سے کہلا بھیجا کہ تبدیل آب و ہوا مناسب ہے۔ فلاں مکان تجویز کر دیا گیا ہے، پانی فلاں کنویں کا استعمال کیا جائے، جب یہ سب کچھ ہو گیا تو قلب کو اس تصور سے وحشت ہوئی کہ مدینہ طیبہ کی حاضری میں مزید تاخیر ہو گی اور ایک دوسرا سفر حائل قصد ہوتا ہے۔ اس خیال کے آنے پر طائف جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا گیا،

اور ابن سعود کو اطلاع کر دی۔ اب مدینہ طیبہ کے سفر کی تیاریاں بفضلہ تعالیٰ
شروع ہوئیں، قافلے تمام روانہ ہو چکے تھے، ۲۲ ذی حجہ سے روانگی شروع
ہو چکی تھی، حرم شریف میں اژدحام حجاج کا نہ رہا تھا، مدینہ طیبہ کے مبارک سفر
سے پہلے بیت اللہ شریف میں داخلہ ضروری تھی، بخشش کی زیادتی ہونے سے
پہلے شیبی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو لیا تھا، ۱۴ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ پنجشنبہ
روانگی مدینہ طیبہ کے واسطے مقرر ہوئی، شب پنجشنبہ کو شیبی صاحب نے داخلی کا
انتظام کر دیا، داخلی کا وقت بعد نماز عشا قرار پایا۔ قافلوں کے چلے جانے کی
وجہ سے پورا سکون وسکوت اُس موقعہ پر تھا۔ شدتِ علالت کے بعد پہلی بار
کرسی پر بیٹھ کر اس موقعہ پر نیچے آیا، جوں جوں وقتِ حاضری قریب آتا جاتا تھا،
دل پر ہیبت بڑھتی جاتی تھی، عمامہ باندھنے کے وقت اپنی بداعمالی وگنہگاری
یاد کر کے بار بار اندیشہ ہوا کہ کہیں داخلے کے وقت صورت مسخ نہ ہو جائے،
فضل وکرم کے سہارے نے دل تھاما خلاصہ، شرف داخلی وباریابی سے
مشرف ہوا، فللّٰہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ، شیبی صاحب کے بڑے صاحبزادے
دروازے کے قریب اندر بیٹھے تھے، ایک سہ شاخہ اندر روشن تھا، داخلی کے
وقت سخت گرمی محسوس ہوئی، نگاہ نیچی کیے ہوئے ادب سے عاجزانہ سیدھا آگے
بڑھا، داخلی کی دعا زبان پر برابر جاری تھی، سامنے کی دیوار کے قریب پہنچ کر
دو رکعت نماز پڑھی، یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے نماز ادا فرمائی تھی، فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ بعد نماز دیر تک
اہتمام خضوع کیساتھ دعا کی۔ استغفار میں زیادہ حصہ گزرا، اور دعائیں بھی
کیں جنمیں حضور نظام کے جاہ و اقبال کی بھی تھی، دفعۃً "نسیم لطف کا ایک جھونکا
آیا جس نے قلب میں ایک زبردست انبساط اور وجد کی کیفیت پیدا کردی،
اس کیفیت نے گویا کایا پلٹ دی، اب اور ہی عالم تھا، دعا میں اور ہی ذوق تھا،
اسی عالم کیفیت میں ایک دعا کے مرتب الفاظ قلب پر گویا القا ہوئے[۱]،
القا یوں مانتا ہوں کہ نہ اُن الفاظ کی طرف میرا خیال تھا، اور نہ کبھی ان الفاظ
یا ان کے مشابہ الفاظ میں مدۃ العمر دعا کی، نیز یہ کہ ان الفاظ کے ذہن میں آتے ہی
انبساط و وجد سابق میں ایک جوش مواجی پیدا ہوگیا. ہاتھ بے اختیار اپنی
پوری وسعت کی حد تک پھیل گئے جو مبارک و باعظمت دیوار سے دور نہ رہے
ہوں گے. خلاصہ خضوع و ذوق کا پورا نقشہ کھنچ گیا، مبارک دعا، یہ تھی:
"یاکریم ان ہاتھوں کو مرادوں سے بھر دے"۔ کونسی عبارت یا زبان اُس عالمِ کیف
و وجد کا ایک شمہ بھی بیان کرسکتی ہے، جو اس دعا کے وقت قلب و روح
پر طاری تھا، یہ عاجز بندہ گویا مجسم ذوق عبودیت ہوکر یہ الفاظ ادا کر رہا تھا،
اور گویا ظاہر و باطن دونوں مل کر زبان دعا بن گئے تھے، سوائے محویت دعا،

---

[۱] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فتح لہ من الدعاء منکم فتحت لہ ابواب الاجابۃ۔

(المصنف لابی بکر بن ابی شیبۃ، کتاب الدعاء۔ باب فی فضل الدعاء)

کے نہ کوئی تصور تھا اور نہ کوئی احساس، شروع میں کبھی لفظ مبارک "یا کریم" زبان پر آتا، اور کبھی "یا مولیٰ"۔ جوش عبودیت تھا اور ان قدسی اثر الفاظ کی تکرار۔ تکرار بھی اور جوش کیف، مزید کرم فرمایا گیا، جوش کیف نے لذت حضور حاصل کی، ادراک ہونے لگا، کہ مولائے کریم قریب ہی سن رہا ہے اور نہ صرف سن رہا ہے، بلکہ انداز دعا سے خوش بھی ہو رہا ہے، اس ادراک نے کیف عبودیت کو اور تیز کیا، اللہ پاک بہتر جانتا ہے کہ کتنی دیر یہ عالم رہا کیا یہ عاجز بندہ اس کو مژدۂ رضا تصور کر سکتا ہے، فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ ثم الحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ بالآخر جوش کیف، سکون راحت سے مبدل ہوا۔ اور جو عاجز گنہگار بندہ مسیح صدر کا اندیشہ لیکر حاضر ہوا تھا، وہ لطف و کرم سے نواختہ دل لیکر رخصت ہوا۔

اے خدا قربان احسانت شوم

ایں چہ احسان ست قربانت شوم

الحمد للہ، ان نقوش کی تحریر کے وقت بھی قلب نے کیف رحمت کا احساس کیا، آنکھوں نے اشک بہائے، فالحمد للہ تعالیٰ۔ ع

ہنوز آں ابر رحمت درفشان ست

قال الشیخ العارف باللہ الامام ابوالقاسم القشیری بل اللہ ثریٰ قدس سرہ العزیز البسط سرور وارتیاح یرد علی القلب فینفی الضیق

والوحشة۔

ثم موجبات البسط تختلف فمرة يكون باقبال ومرة بتقريب ومرة يكون بلطف وبر۔ ومرة بانجاز وعد ومرة دون مختصر من الافضال وشئ من لطيف النوال الى غير ذلك من اقسامه مما لا یاتی الحصر على استيفاء احكامه (عيون الاجوبة فی فنون الاسولة قلمی)

وقال ايضاً رحمه الله تعالیٰ

اذا كان العبد فی محل ..... التقريب جعل الله غالبه البسط۔ واذا كان مراداً فغالب احواله البسط واذا اشهده الحق عيوب نفسه فغالبه القبض واذا اشهده كرم قدسه فغالبه البسط۔ واذا ادهشه لكثرة افضاله فغالبه البسط واذا احياه بعاجل بره فغالب وقته البسط۔" (عيون الاجوبة)

دوسرے روز شام کو ارادۂ سفر مبارک تھا، مگر اہتمام کی بعض بے عنوانیوں کی وجہ سے روانگی نہ ہو سکی۔ جمعہ کی شام کو ہوئی، بے عنوانی عنوان خیر ہو گئی، وہ حرم محترم تھا جہاں مرادیں ملتی ہیں، خطائیں صواب

بنجاتی ہیں، روانگی بجائے شام پنجشنبہ کے جمعہ کی شام کو ہوئی، اس طرح ایک نماز جمعہ اور حرم محترم میں ادا ہو گئی. جملہ سات جمعے ادا ہوئے، فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ مکہ مکرمہ میں (منیٰ اور عرفات ملاکر) ۴۵ دن حاضر رہا، پانچ دن منیٰ اور عرفات میں، پورے چالیس ۴۰ دن مکہ مکرمہ جوار بیت اللہ تعالیٰ میں، اس طرح گویا چلہ (اربعین لیلۃ) پورا ہوگیا۔ ایک دن کے مزید قیام سے یہ برکت بھی حاصل ہو گئی. فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

حاضری مکۂ مکرمہ کے زمانے میں جب تک صحت درست رہی، چاروقت کی نماز باجماعت (باستثنائے ظہر) مسجد الحرام میں ادا ہوتی رہی، کبھی کبھی ظہر بھی، جمعے ساتوں باجماعت ادا ہوئے. نماز صبح و مغرب کے بعد طواف کا شرف حاصل ہوتا تھا، استلام نجدیوں اور حجاج کے ہجوم کی وجہ سے کمتر نصیب ہوا، زیادہ تر اشارہ ہوا، طواف میں ایذا نہ دینے اور ایذا سے بچنے کا حکم برابر ملحوظ رہا، بعد حج ایک بار ایک طواف میں سات بار بہ اطمینان استلام کی سعادت حاصل ہوئی، آٹھ مرتبہ اس دفعہ بھی استلام نہ ہو سکا۔ کبھی کبھی مسجد الحرام میں ادائے تہجد اور بعد تہجد طواف کا شرف بھی ملا، ایک مرتبہ تہجد کے وقت اوپر سے اترا تو نیچے دروازہ پر ایک معمر درویش پیاس سے بیتاب کھڑے تھے، مجھ سے پانی طلب فرمایا، لاکر پلایا، دعا دی

اور کہا کل کے روزے کی نیت کی ہے،

دورانِ طواف میں رکن شامی کی دعا میں جب الفاظ یا عزیز یا غفور زبان پر آئے، قلب نے قریباً ہمیشہ ایک رقت آمیز کیف محسوس کیا، کیا عجب کہ ذوقِ حضور ہو، فالحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ روایت میں ہے کہ مقام موصوف پر ایک فرشتے دعائے حجاج پر آمین کہنے پر مامور ہیں،

ایک بار مطاف کی جاروب کشی کی عزت بھی نصیب ہوئی، آغا سے بہ التجا جاروب لی، ایک اشرفی اس سرفرازی کی نذر دی۔

حرم شریف کے کبوتر | حرم شریف میں کبوتروں کی کثرت ضرب المثل ہے، حجاج دانے سے ضیافت کرتے رہتے ہیں، میں نے بھی متعدد مرتبہ یہ ضیافت کی، ہزاروں کبوتر جمع رہتے ہیں، وحشت کم کرتے ہیں، دو باتیں عجیب دیکھیں، باوجود تلاش ان کی بیٹ حرم شریف میں نظر نہ آئی، میں نے بعض ساتھیوں سے کہا کہ تم بھی دیکھو، دیکھی نہ پائی، دوسرے یہ کہ بارہا دیکھا کہ ہزاروں کبوتر اڑ کر خانہ کعبہ کی جانب چلے، جب قریب پہنچے ادھر اُدھر ہٹ گئے، کبھی اوپر سے نہیں گذرے، صرف ایک مرتبہ ایک کبوتر ذرا کنارہ کے اوپر سے گذر گیا تھا، اپنے مکان میں بیٹھا ہوا یہ نظارہ مسلسل میں دیکھتا رہتا تھا،

مدینہ طیبہ کا مبارک سفر | ۲۳ محرم الحرام کو صبح کے وقت بعد نماز فجر بے فکر کے یہ مصرع موزوں ہو گیا،

ع خوشا نصیب کہ حسرتؔ چلا مدینے کو

تھوڑے سے خیال میں دوسرا مصرع بھی موزوں ہو کر شعر پورا ہو گیا،

ع نوید آنکھ کو ہو، تہنیت ہو سینے کو

روانگی تک اکثر ایک ذوق کے ساتھ یہ شعر وردِ زبان رہا

خوشا نصیب کہ حسرتؔ چلا مدینے کو
نوید آنکھ کو ہو، تہنیت ہو سینے کو

جیسا کہ بیان ہوا، روانگی ۴ محرم الحرام کو نہ ہو سکی، جمعہ ۵ محرم الحرام کو بعد مغرب اونٹوں پر ہوئی، دو دانہ شغدف خیزران میں ساتھ تھیں، میرے قافلے میں چار شغدف خیزران تھے، ۱۳۴۴ھ کا انجام حج پر ہوا تھا، ۱۳۴۵ھ کا آغاز سفر مبارک مدینہ طیبہ سے ہوا، میرے ساتھ قافلے میں تین حاجی ایسے بھی تھے جو محض زیارت مدینہ طیبہ کی خاطر سے برادائے کرایہ میری جانب سے شریک قافلہ کر لیے گئے تھے، ایک ان میں سے کئی سال سے شوق زیارت میں مکہ مکرمہ میں مقیم تھے، یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ تین صاحبوں کا عزم سفر مدینہ طیبہ کا مذبذب ہو گیا تھا، اور مکہ مکرمہ ہی سے واپس ہند ہونا چاہتے تھے، میرے عرض و التجا پر پھر یا فسخ الارادہ ہو کر مشرف بہ زیارت ہو گئے، مدینہ طیبہ میں ان صاحبوں سے ملاقات ہوئی، انکو دیکھ کر خاص سرور قلب کو ہوا۔

شام ۵ محرم الحرام روز جمعہ سے لیکر ۱۷ محرم الحرام روز پنجشنبہ کی مبارک صبح

صبح تک یہ سراپا سعادت مسافرت جاری رہی۔ قافلہ صرف اپنا ہی تھا۔ مہادر والی منجھلی دلہن مرحومہ بھی شریک قافلہ ہو گئی تھیں۔ کم و بیش ۱۳۰ اونٹ تھے، مغرب کی نماز روزانہ باجماعت اذان و اقامت کے ساتھ ادا ہوتی تھی کبھی کبھی ظہر کی جماعت بھی ہو جاتی تھی، پیچش کی تکلیف کا بقیہ ہنوز تھا، بار بار دست زیادہ تو نہ آئے مگر جو آتا پیچش اور درد کے ساتھ، بدون اجابت بھی درد کی زحمت ہو جاتی، خصوصاً سوتے وقت شب کو، رات کو نیند کم آتی، شب کی بیخوابی کی تلافی دن کو ورد انہ کے سلیقہ و غمخواری سے ہو جاتی، خیزران شغدف مثل پالکی کے ہموار باقاعدہ بنا ہوا اور وسیع ہوتا ہے، رضائیاں اور کمبل ڈال کر ایسا ٹھنڈا اور تاریک کر دیا جاتا کہ دوپہر کو آسایش سے نیند آجاتی، جزاہا اللہ تعالیٰ عنی خیر الجزاء، باوجود سفر غذا اور دوا کا اہتمام بھی وردانہ نے حسب اطمینان رکھا، رابغ کی منزل میں دو روز بغرض استراحت قافلہ کا قیام رہا۔ عائشہ بدوانی کا (جن کے مکان میں ہم اترے تھے) وقار اور اہتمام آسایش و حفاظت ساری عمر یاد رہے گا، جزاہا اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔ میرے خاص جمّال حامد، حمید اور محمد نامی تھے، تمام راستے میں ان سے ہوائے محبت اور شفقت و رضا جوئی کے برتاؤ کے اور کوئی برتاؤ میں نے نہیں دیکھا۔ ان کی آسایش و رضا جوئی و بزرگ داشت کا اہتمام بھی حتی الامکان رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو کامیاب و بامراد رکھے۔

اس مبارک سفر میں حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ کی کتاب جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب کا مطالعہ جاری رہا، ادعیہ انتخاب کرکے لکھیں، قابل زیارت مقامات کی یادداشت مرتب کی، حسب ارشاد شیخ درود شریف کا ورد کثرت سے رہا، بعد اہتمام نماز فرض یہی اہتمام تھا۔

گیارھویں منزل بیر درویش تھی، اس کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضری کا شرف حاصل ہونے والا تھا، یہیں میری پیچش کی شکایت بھی رفع ہوگئی۔ درد وغیرہ سب جاتا رہا۔ اسی منزل میں مدینہ منورہ سے واپس آنے والا ایک قافلہ ملا، میاں مصطفیٰ اعلیٰ صاحب علوی کاکوروی نے مدینہ طیبہ کے جاں نواز پانی کی ایک صراحی عنایت فرمائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

دانی چہ بود آب حیات دل مردہ
یک شربۂ آب از کف سقائے مدینہ
(مولانا محمد سعید عظیم آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ)

پہلی مرتبہ یہ روح پرور آب حیات نصیب حبیب ہوا، دل نے کہا کہ غریب پروری و عاجز نوازی نے ایک منزل بڑھ کر نوازش فرمائی، فال خیر ہے۔ جس شب کی صبح کو حاضری مدینہ طیبہ ہونے والی تھی، سارے قافلے میں جوش مسرت تھا، غسل کیا، نئے کپڑے بدلے، عطر لگایا، بڈھوں ۔ ۔ ۔ ۔ نے بھی لباس بدلا، حامد میرے جمال اٹھائیسویں مرتبہ حاضر ہو رہے تھے، تاہم اپنے

خوش تھے جیسے دوسرے نئے حاضر ہونے والے، پچھلی شب سے قافلے والے بیدار ہوکر لباس بدلے ہوئے پاپیادہ چل رہے تھے، میں بھی پیادہ ہولیا، ہمشیرہ عماہ نے ازراہ شفقت فرمایا "تھک جاؤگے، سوار ہولو" میں نے کہا میں بھی جانتا ہوں مگر اب سوار ہوکر سفر نہیں کر سکتا، اترنے کے بعد اول نماز تہجد ادا کی جو الحمد للہ پُر کیفیت تھی، اس کے بعد پیادہ چلا اور بقیہ مسافت پیادہ پا طے کی۔

صبح صادق کی روشنی میں مبارک مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کے نورانی منارے دیدہ افروز، دلنواز اور جاں پرور ہوئے۔ فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ ؎

چہ مبارک سحرے بود و چہ فرخندہ شبے
آں شب قدر کہ ایں تازہ براتم دادند (حافظ)

قصد یہ کیا کہ نماز صبح مسجد شریف میں حاضر ہوکر ادا کروں، مگر وقت نے تنگی کی، لہٰذا قضا کے خوف سے تکیۂ مصری کی مسجد میں ادا کی، یہ پہلی نماز مدینہ طیبہ میں ادا ہوئی۔

یارب مدینہ ست ایں حرم کز خاکش آید بوئے جاں
یا ساحتِ باغ ارم یا عرصۂ روضِ الجناں
باشد نسیمش مشک سا، آبش زلال جانفزا
خاکش بود کحل جلا در دیدۂ اہل عیاں
(جامی)

بعد نماز حاضر مسجد شریف ہوا، داخلے کی دعا پڑھکر اول تحیۃ مسجد محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ادا کی، پھر روضۂ اقدس پہ حاضر ہو کر درود و سلام عرض کرنے کا شرف حاصل کیا، زہے سعادت، زہے نصیب حبیب۔ فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ جس نور و سرور کی نوید و تہنیت آغاز سفر سے پہلے نوموزوں شعر میں ملی تھی، اُس کا یہ مبارک آغاز تھا، شرفِ حضورؐ کے بعد فرودگاہ پر آیا، یہ مکان حرم شریف سے چند ہاتھ کے فاصلے پر باب رحمت کے متصل تھا، در خیر سے حاضری کی سعادت حاصل ہوتی رہی، اس مکان کا نام بیت پشاوری تھا، افغانی نیاز بھی قائم رہا، یہ پنجشنبہ کا بابرکت دن تھا۔ بارک اللہ لنا فی یوم السبت والخمیس، اگلے دن یوم مبارک جمعہ تھا، نماز جمعہ مسجد شریف میں ادا کرنے کی برکت دلنواز ہوئی، فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ اسی روز بعد دوپہر جناب سید حمزہ صاحب رفاعی، شیخ سلسلۂ رفاعیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملاقات کی، یہ فیض آثار دولت خانہ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا (حسب بیان شیخ ممدوح) ہے۔ غایت شفقت سے حضرت شیخ نے پذیرائی فرمائی، اس کے بعد حاکم مدینہ منورہ سے ملا، یہ ابن رشید ہیں اور مدنیوں کے غمخوار، ان کے نائب سید حمزہ غوث بھی ان ہی صفات کے ہیں، جزاہما اللہ تعالیٰ عنا خیراً، بہت اخلاق سے ملے، بعد عصر بقیعۂ مبارک جنۃ البقیع میں حاضر ہوا، سب سے اول حضرت ذی النورین عثمان الغنی

خلیفۂ ثالث رضی اللہ عنہ کے مرقد مطہر پر حاضر ہوا، حاضر ہوتے ہی وہ عظمت و جلالت خلافت ظاہر ہوئی کہ کھڑا رہنا اور سنبھلنا دشوار ہو گیا، دبدبۂ جلال سے دل لرزا جاتا تھا، خلاصہ یہ کہ اس کیفیت کو بیان کرنا ممکن نہیں جو قلب پر جلال عظمت سے طاری ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنی۔

اسلام میں سب سے زیادہ باعظمت مزار ظاہری ہے، حضرات خلیفۂ اول و ثانی رضی اللہ عنہما جوارِ نبوت میں ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزار پر انوار کے تعیین میں اختلاف ہے، بلکہ نامعلوم ہے، اس کے بعد حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرقد مبارک پر حاضر ہوا، حاضر ہونے پر امومیت کی نسبت اس قوت سے قلب پر طاری ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ جوش رقت میں امی امی کی صدا دل و زبان کے ساتھ گویا جسم کا ریشہ ریشہ دے رہا تھا اور روح محو ذوق تھی، بے شائبہ تکلف محسوس ہوتا تھا کہ بچے نے مدت دراز کی مفارقت کے بعد شفیق ماں کو دفعۃً پالیا ہے اور جوش محبت و احساس شفقت سے بیتاب ہو ہو کر امی امی پکار رہا ہے، الفاظ کچھ ایسا ہی نقشہ کھینچ سکتے ہیں۔ غرض ایک عالم تھا جو اسی آستانۂ رحمت کاشانہ کے ساتھ مخصوص تھا، رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا عنی۔ یہ دونوں کیفیتیں اپنی اپنی نوعیت میں عجیب و غریب تھیں۔ فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

---

[1] حضرت شاہ احمد صاحب مجددی کی وصیت تھی کہ مدینہ طیبہ میں انکا انتقال ہو تو حضرت عثمانؓ کے قریب دفن ہوں۔ وہاں برکت اور انوار کا زیادہ ظہور ہے۔ (تذکرہ کاملان رامپور از احمد علی شوق)

شنبہ کے روز صبح کو مسجد قبا اور بیر اریس پر حاضری ہوئی، مسجد قبا میں دوگانہ تحیت ادا کی، نماز کے بعد بیر اریس کے قریب بیٹھکر ناشتہ کیا، وہیں کا پانی پیا، اس پانی کی لطافت ونفاست وعذوبت کیا بیان ہو. بظاہر کوثر وسلسبیل اور اریس ایک ہی سرچشمے کے چشمے ہیں، مدینہ طیبہ کے آب حیات کی یہ بھی تاثیر ہے کہ سرد ہونے کی اس قدر استعداد رکھتا ہے کہ جہاں رکھدو ٹھنڈا ہوجائیگا، مکانوں کے اندر بھی سرد ہوجاتا ہے، بارہا تجربہ کیا، اسی فیض بار کنوئیں سے نہر زرقا، جاری ہے، جس سے اہل مدینہ طیبہ سیراب ہوتے ہیں.

یکشنبہ کو بعد عصر حضرت شیخ حمزہ صاحب رفاعی کے دولتخانہ میں حلقۂ ذکر میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی. ذکر کلمہ طیبہ کا کھڑے ہوکر بالجہر آواز دف پر فرماتے ہیں۔

۲۲ محرم الحرام دوشنبہ کو کتابخانہ شیخ الاسلام دیکھا، شیخ ابراہیم حمدی خربوتی مہتمم ہیں، یہ ایک عمدہ نمونہ اسلامی کتابخانوں کا ہے، عمارت خوبصورت، روشن اور ہوادار، عملہ مع سامان مقرر، مہتمم کاردان. وسیع العلم اور دلسوز، کتابوں کی نگہداشت نور چشم کی مثل، آمدنی مستقل بذریعہ اوقاف آستانہ (قسطنطنیہ اور جبال سلانیک وغیرہ) میں عمدہ زرخیز جائدا دکی صورت میں تھی، آمدنی وافر تھی، اور سالانہ باقاعدہ حاصل ہوجاتی تھی، دور جدید میں انتظام بے نظم ہوگیا، شیخ خربوتی نے اپنی وجاہت وتدبیر سے اس وقت تک

انتظام قائم رکھا تھا اول ناشتہ کی ضیافت نہایت سلیقے اور صفائی سے ہوئی، اس کے بعد کتابیں دیکھیں۔ کتابیں حسب ذیل تعداد میں تھیں:

قلمی نفیس ۱۴۰۶۳ ۔ مطبوعہ ۲۷۳۲ ۔ بعد وقف اضافہ ہوئیں ۱۰۲۲ ۔

کل کتابیں ۱۷۸۱۷ ۔

یہ کتابخانہ شیخ الاسلام السید احمد عارف حکمت بک الحسینی نے ۱۲۷۰ھ میں بعہد سلطان عبد المجید خاں مرحوم قائم کیا تھا۔ مکان کتابخانہ شیخ شاہین سے خرید اگیا، شیخ شاہین کو سلسلہ بہ سلسلہ یہ مکان حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ترکے میں سے پہنچا تھا، سالانہ مصارف کتاب خانہ ۱۲۵۰ گنی تھے، ایک جز تفسیر عباسی کا ۳۱۶ھ کا لکھا ہوا ہے، کاغذ مثل چمڑے کے ہے، رنگ زردی مائل خط ایسا ہے جیسا نسخ کا ہو۔ بعد عصر امیر مدینہ کے یہاں بہ تقریب شادی فرزند ممدوح کی دعوت میں شرکت کی، بعد دعوت بیر بضاعہ پر حاضر ہوا۔ جو شام کے راستے کے قریب آبادی کے کنارہ پر ہے۔ پانی پیا۔

۲۳ محرم الحرام سہ شنبہ۔ بہ نشاندہی شیخ ابراہیم خربوتی امکنہ مقدسہ کی جو جوار مسجد شریف میں ہیں، زیارت کی۔ بیت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ مع مقام نشست ناقہ مبارک، بیت العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ عنہم (یہی مقام مشورہ گاہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا)، کوچہ زقاق الحنابلہ میں حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا بیت الاضیاف۔ اس کے

ستون عہد مبارک کے بتائے گئے، ایک چھوٹا سا حجرہ اس میں ہے، جو حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا مصلی ہے، جہاں نفل ادا فرمایا کرتے تھے وہاں دو نفل ادا کرنے کا شرف مجھکو بھی حاصل ہوا، اسی کوچہ میں بعض خاص مکان دکھائے جو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک عہد سے اب تک اپنی اصلی صورت میں قائم ہیں، ضروری مرمت ہوجاتی ہے، صورت بدستور قائم ہے، ایک موقع اس بیمارستان کا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجانین کے لئے وقف فرمایا تھا، دوسرا بیت الحجرہ کا جو حضرت ممدوح کا وقف کردہ ہے، یہ موقعہ اس مکان کے بالکل سامنے تھا جس میں یہ عاجز قیام پذیر تھا مسجد شریف میں شیخ خربوتی نے یہ مقدس مقام دکھائے محراب تہجد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ستون ملاقات وفود، ستون ذوالفل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، خوخہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صفہ مسجد شریف کے تدریجی اضافے، جوار مسجد شریف میں مشہد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بھی زیارت کی، سلطان نور الدین کا مزار دیکھا جس کا دروازہ نجدیوں نے تیغہ کرادیا ہے، شام کو بیرحاء اور بیر بصہ کی زیارت کی، یہ دونوں کنوئیں اندرون آبادی مبارک مسجد شریف سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہیں، پانی پیا،

۲۴ محرم الحرام چہارشنبہ صبح کو جبل مبارک احد کی زیارت سے مشرف ہوا حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرانوار مزار پر فاتحہ پڑھی،

مسجد میں دوگانہ ادا کیا۔ نیز حضرات شہدائے اُحد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مزارات سراپا خیرات پر فاتحہ پڑھی۔ میدان احد میں پھر کر ایک چٹان کے سایہ میں آرام لینے کو بیٹھ گیا تھا کہ دور سے روضۂ منورہ کے گنبد خضراء کا جلوۂ جانفزا دو سپید مناروں کے درمیان عجیب شانِ دلربائی سے باصرہ نواز و روح پرور ہوا، دیر تک اس جلوے سے میں فیضیاب رہا۔ فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ حضرت شیخ دہلوی نے لکھا ہے (جذب القلوب میں) کہ "گنبد شریف فاصلے سے ایک خاص شان محبوبی کے ساتھ جلوہ فرما ہوتا ہے"۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ یہ ناچیز پھر اس جلوۂ جاں نواز سے مشرف ہوا، میدان مبارک احد میں ایک بوٹی مع پھل اور خوشنما پھول کے ملی جس کو نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں، میں نے لے لی اور تفاول خیال کیا، اب تک پاس ہے (آج بتاریخ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ، زیارت کی، ہنوز رنگ میں تازگی و نورانیت بدستور رہی، حالانکہ پندرہ برس گزر گئے۔ اب بھی ہے، ۱۳۶۲ھ)۔

۲۵ محرم الحرام پنجشنبہ۔ سلطان محمود خاں مرحوم کا کتابخانہ دیکھا، جو اہتمام میں شیخ الاسلام کے کتاب خانہ سے کم ہے، اس میں ایک نسخہ کلام مجید کا ۵۳۰ھ کا لکھا ہوا دیکھا، مسجد شریف میں کلام مجید کا جو نسخہ قدیم ترین میں نے دیکھا وہ ۵۴۹ھ کا لکھا ہوا ہے، بخط ابوسعد محمد بن اسمٰعیل غفرلہ۔ اسی روز شیخ احمد بساطی کا کتاب خانہ دیکھا، اس میں کتاب المدخل امام بیہقی کا نسخہ ہے،

حفاظت کتب کا بڑا اہتمام ہے،

۲۶ر محرم الحرام، جمعہ۔ قبل نماز جمعہ بیر بضاعہ کی زیارت مکرر کی غسل بھی بہ نیت ترقی صحت کیا، یہ سنت بھی ہے۔

شنبہ، ۲۷ر محرم الحرام۔ مولوی عبد الباقی صاحب فرنگی محلی کا مدرسہ دیکھا اس مدرسہ کو ریاست حیدرآباد سے امداد ملتی ہے، اہتمام تعلیم غنیمت ہے، ناشتے کی ضیافت بھی مولانا نے فرمائی، یہ مدرسہ اس دور میں علمی خدمت کررہا ہے۔ مولوی صاحب کی ذات بھی مغتنمات سے ہے، نجدیوں کی وحشت کا مقابلہ جرأت وصداقت سے کیا، کلمۂ حق کے اظہار میں ڈرے نہیں، جزاہ اللہ تعالیٰ عن المسلمین خیر الجزاء۔ (۱۳۶۴ھ میں مولانا نے رحلت کی۔ غفرلہٗ)

یکشنبہ، ۲۸ر محرم الحرام۔ زیارت مسجد القبلتین، بیر رومہ وخندق سے مشرف ہوا۔ خندق کے نشانات پہاڑ کے دامن میں ابتک صاف دیدہ افروز ہیں، امرائے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جہاں جہاں مورچے تھے، وہاں مساجد[1] بنی ہوئی ہیں۔ ان میں سے متعدد میں دوگانۂ نفل ادا کیا، نیز مسجد القبلتین میں۔ مسجد الفتح، مسجد ابی بکر، مسجد عمر، مسجد علی اور مسجد سلمان الفارسی رضی اللہ عنہم اجمعین، ان پانچوں مساجد کی زیارت کی، اور جہاں تک یاد ہے تین میں دوگانہ بھی پڑھا۔

---

[1] مسجد الفتح، مسجد ابی بکر، مسجد عمر، مسجد علی، مسجد سلمان الفارسی رضی اللہ عنہم اجمعین

۳ صفر المظفر، جمعہ - حضرت شیخ دہلوی قدس سرہٗ نے جذب القلوب میں تحریر فرمایا ہے کہ حاضری مدینہ طیبہ کی سعادت نصیب ہو تو مسجد شریف میں شب بیداری کی سعادت بھی حاصل کرے، اسی بنیاد پر میں نے مولوی ندیم احمد صاحب مجددی سے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو موصوف نے حضرات اغوات سے التماس کر کے انتظام کرا دیا، ۱۰ بجے شب کو مسجد شریف کے دروازے مسدود ہو جاتے ہیں، اور بلا اجازت محافظین کوئی اندر نہیں رہ سکتا۔ خلاصہ۔ شب موصوف کو حاضری کی اجازت مجھکو بھی حاصل ہو گئی۔ جوں جوں وقت قریب آتا، دل پر ہیبت سی طاری ہوتی جاتی تھی، یہ خیال بھی آتا تھا کہ کہیں نیند نہ آ جائے، حضرت شیخؒ نے خصوصاً یہ ہدایت فرمائی ہے کہ حاضری نصیب ہو تو اہتمام بیداری رکھا جائے، ایسا نہ ہو کہ غلبۂ خواب غفلت میں شب گذار دے، بے چینی بڑھی تو حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کی جانب توجہ کی۔ الحمد للہ تعالیٰ اطمینان حاصل ہوا۔

حاضری شب کا اہتمام کر کے نماز عشا کے واسطے حاضر مسجد شریف ہوا، صحن میں چونکہ نشست ہوتی اس لیے اپنے لیے شمعدان اور موم بتی کا بھی اہتمام کر لیا تھا، خلاصہ۔ نماز عشا سے فارغ ہو کر صحن میں تلاوت کلام مجید شروع کی، ملا جی بھی تھے، نیز مقتدی خاں، ان دنوں جو دور کلام مجید تلاوت میں تھا، اس میں ۲۴½ پارے ہو چکے تھے، بقیہ ساڑھے پانچ پارے اس موقع پر ختم کر کے پورے کلام مجید کی تلاوت کا ثواب بارگاہ رسالت پناہ میں پیش کیا۔

اس کے بعد نفل پڑھی، پھر درود شریف۔ یہی دور تمام شب رہا، نماز تہجد بھی ادا ہوئی۔ صبح کی نماز عشا کے وضو سے ادا کی، تمام شب نہایت سکون اور اطمینان سے بفضلہ تعالیٰ بسر ہوئی۔ تکان یا نیند کا شائبہ بھی نہ تھا، دس بجے دروازے معمور ہو گئے تھے، روشنی گل کر دی گئی تھی، ایک قندیل روضۂ مبارک میں روشن نظر آتی تھی، ممکن ہے اور بھی روشن ہوں، جو پیش نظر نہ تھیں، علاوہ ملاجی اور مقتدیٰ خاں کے ایک بخاری کو بھی اجازت ملی تھی، ان کے پاس شمع نہ تھی، میں نے اپنی شمع کے قریب بلا کر بٹھا لیا، وہ بھی تلاوت کرتے رہے، کیا مبارک شب تھی کیا مبارک سحر ؎

ضیا بخشی رخِ پُر نور نے صبحِ بہاراں کو
دل آرا کر دیا زلفِ معنبر نے شبستاں کو (حسرت شروانی)

بعد نماز صبح مکان میں آکر سویا، کیا بیداری سعادت تھی اور کیا خواب راحت۔ فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ، وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ الکریم وسلم

جو شمعدان اُس مبارک شب میں، میں نے روشن کیا تھا، وہ مع بقیہ موم بتیوں کے لاکر حبیب گنج کی مسجد میں روشن کر دیا۔

شنبہ ۴ صفر المظفر۔ زیارت مسجد قبا مکرر، و زیارت مسجد الجمعہ و قبہ بنات النجار رضی اللہ تعالیٰ عنہن، ایضاً، بیر العہن و بیر الغرس، دو ضیافتیں بھی آج شرف افزا ہوئیں، ایک بیر الغرس پر، کنواں ایک حسینی شریف کے ......

باغ میں ہے، زیارت بیر کے موقع پر ممدوح سے بھی شرف ملاقات حاصل ہوا،
بزرگانہ اخلاق مبذول فرمایا، قہوہ اور رُطب کی ضیافت سے مشرف فرمایا، حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں، شیخ علی کابلی نے جب اس سلسلۂ پاک
کا تذکرہ کیا تو شریف نے فخریہ لہجہ میں اپنی چھوٹی سی بچی کی طرف (جو پاس بیٹھی
تھیں) اشارہ فرماکر کہا کہ حسینؓ سے لیکر اس لڑکی تک سلسلہ مسلسل ہے، شجرۂ نسب
بڑے بھائی کے پاس ہے جو شہر میں ہیں، وہاں دیکھ سکتے ہو، میں نے شریف ممدوح
کی پاکیزہ آنکھوں میں ایک ایسا جلوہ پاکیزگی و نقاوت دیکھا جو عالم علوی کا
ایک نظارہ محسوس ہوتا تھا، دوسری ضیافت بیر العھن پر، یہ کنواں مشہور شیخ
علی شحاد کے باغ میں ہے، یہ شیخ جوالمردان حجاز سے ہیں، ترکوں کے بعد انکا
بھی دور رہا، اب مجبور ہیں، مجھ سے کہا کہ بدوؤں کی طمع نے سونے سے مغلوب ہوکر
میرا ساتھ چھوڑ دیا، ورنہ ابن سعود مدینہ پر قابض نہ ہوتا۔ قصہ مختصر، ہم باغ میں
اجنبیانہ داخل ہوئے اور بیر عھن کے قریب بیٹھکر صبح کا ناشتہ شروع کیا،
شیخ علی کابلی ساتھ تھے، جو شیخ شحاد کے ہم نفس ہیں، خادموں نے ان کو پہچانا،
اور اپنے آقا کو خبر کی، معاً آدمی بھیجکر اپنے پاس بلالیا، خانہ باغ میں تھے، یہ مکان
بہت پر فضا، ہوادار وسط باغ میں تھا، قالینوں اور ہتھیاروں سے آراستہ
تھا، ہم نے وہیں ناشتہ کیا، شیخ نے اس پر اظہار ندامت کیا کہ ہم ان کے مکان میں
اپنا کھانا کھا رہے تھے، قلت فرصت ان کے یہاں کھانا تیار ہونے سے مانع تھی،

کھانے کے اثنا میں خادم نے مجھکو پانی گلاس میں دیا تو کہا کہ میرے پانی پینے کے برتن میں دو۔ یہ برتن بصنادی ناریل کے پوست کا سیاہی مائل دانہ دار تھا، کھانے کے بعد تلواریں دکھائیں، ایک اصفہانی عمدہ تھی، میں نے تعریف کی تو کہا بطور نشانی کے لیجاؤ، میں نے انکار کیا تو اصرار ہوا، مولوی ندیم احمد صاحب نے خوبصورتی سے ٹالدیا، یہ کہا کہ یہ ہند میں جاکر بیکار ہوجائے گی، یہ سنکر شیخ کی آنکھوں میں ایک چمک آگئی اور کہا کہ اس سے بہت سر اڑائے ہیں، پھر باغ دکھایا، آبپاشی کے لیے تیل کے انجن لگے تھے، نارنگیاں بھی تھیں، جو مصر سے منگا کر لگائی ہیں، ان کا نام "یوسف آفندی" تھا، چکوترے کے درخت بھی تھے، جس کو "برت خان" کہتے تھے، گھوڑے دکھائے، ایک بچھیری کمیت رنگ کی بہت نفیس تھی، اصرار کیا اسے لیجاؤ، راستے کی دقت میں نے بیان کی تو خاموش ہوگئے۔

یکشنبہ، ۵ صفر المظفر۔ مولوی سید احمد صاحب فیض آبادی کا مدرسہ دیکھا، ابتدائی تعلیم کا ہے، اچھی خدمت کر رہا ہے، طلبا، کو صناعی بھی سکھائی جاتی ہے۔

دوشنبہ، ۶ صفر المظفر، آج صبح روضۂ مبارک کے خدام، میرے اور سارے عالم کے مخدوم اغوات نے میرے قیام گاہ پر قدم رنجہ فرما کر ضیافت چائے قبول فرمائی، مجھکو مشرف و مکرم فرمایا، عجیب باادب اور سلیقہ شعار بزرگ ہیں، کیسے ادب اور قاعدے سے خدمت روضۂ مبارک ادا فرماتے ہیں،

جس کو دیکھکر دل عش عش کرتا ہے۔ ایک موقعہ پر جب حاجی احمد مرحوم بمبئی کے
باخیر سیٹھ نے اپنے مکان میں دعوت میں مجھکو بھی بلایا تھا تو آغا سُرد شیخ الاغوات
صدر نشین تھے۔ میں پہلو میں قریب حاضر تھا۔ اثنائے کلام میں میں نے پوچھا
کہ کس قدر زمانے سے روضۂ مبارک پر حاضر ہیں، فرمایا ۶۵ برس سے
سعادتِ خدمت حاصل ہے۔ سات برس کی عمر میں حاضر ہو گیا تھا، یہ سنکر
ممدوح کی طہارت کا اس قدر تصور بندھا کہ مجھکو اپنا وجود نجس محسوس
ہونے لگا۔ اور میں شیخ کے قریب سے علیحدہ ہو گیا۔ جس طرح طاہر جسم کو
نجاست سے بچاتے ہیں۔

سہ شنبہ ۷ صفر المظفر۔ صبح کو مسجد غمامہ میں دوگانہ نفل ادا کیا، یہ مسجد اُس موقع مبارک
پر تعمیر ہوئی ہے، جہاں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید ادا فرماتے تھے،

چہار شنبہ ۸ صفر المظفر۔ بعد عصر امیر مدینہ ابراہیم الصبہان ابن الرشید سے رخصتی ملاقات کی،

پنجشنبہ ۹ صفر المظفر۔ مدینہ طیبہ کی آبادی کے اندر حضرت
عبداللہ بن عبد المطلب اور حضرت مالک ابن سنان کے مزاروں کی
زیارت کی، دروازے نجدیوں نے تیغہ کرا دیے ہیں، باہر سے فاتحہ پڑھی،
اس روز قاری حسن الشاعر السیوطی کے رسالۂ قرأت کا اخیر سبق شیخ
ممدوح کی خدمت میں مسجد شریف نبوی میں پڑھا، یہ شیخ اس وقت مدینہ طیبہ کے
قرا میں درجۂ امتیاز رکھتے ہیں،

جمعہ ۱۰ صفر المظفر۔ دورانِ حاضری مدینہ طیبہ میں عرض درود و سلام کا یہ طریقہ رہا کہ شروع میں تو مزدور زائرین کے ہمراہ چند بار روضۂ مبارک کے قریب حاضر ہو کر یہ شرف حاصل کیا، لیکن اس کے بعد قریب حاضر ہونے کا قصد ہی نہ ہوتا تھا، نہ جرأت ہوتی تھی، دور سے باادب ایستادہ ہو کر عرض کر لیتا، برابر یہی طریقۂ ادب ملحوظ رہا، اسی اثنا میں ایک موقع پر جناب مدیر حرم شریف نے روضۂ منورہ میں داخلی کی مجھ سے تحریک فرمائی تو میں ہیبت زدہ سا ہو گیا، اور اپنی نااہلی ظاہر کر کے معذرت کی، نماز جماعت میں بھی روضۂ مبارک کی جالی کے قریب کھڑے ہونے کی جرأت نہ ہوئی، مدینہ طیبہ میں ایک مہینہ حاضر رہنے کا پورا انتظام تھا، یہ بابرکت زمانہ پورا نہ ہوا تھا کہ جدہ میں "جہانگیر" جہاز کے پہنچ جانے کی تاریخ کی اطلاع مدینہ طیبہ پہنچی، اس خبر کے ساتھ کہ یہ جہاز آخیر ہے۔ اس کے بعد ایک مہینہ تک جہاز نہ ملے گا، وہ بھی مال کا ہو گا، جو بندرگاہوں پر ٹھہرتا ہوا جائے گا۔ مدینہ طیبہ سے حجاج کے قافلے تو پہلے ہی جا چکے تھے، اس وقت صرف اپنا ہی قافلہ بظاہر وہاں تھا، اس لیے اہل قافلہ میں بے چینی ہوئی اور چلنے کی تحریک کی۔ حکیم تفضل حسین خاں صاحب نے زیادہ اصرار کیا، میں چونکہ حکیم صاحب کے معالجے کا ممنونِ کرم تھا، اس لیے ان کے اصرار پر لحاظ کرنا پڑا، اور قصدِ مراجعت قبل از وقت ہو گیا۔

جمعہ ۱۰ صفر المظفر تاریخ روانگی قرار پائی، اس قرار داد سے دل پر
عجیب افسردگی طاری ہوئی، پنجشنبہ کی شب کو کھانا کم کھایا تھا، ایک بجے
شب کو سوتے سے آنکھ کھل گئی تو فرط وحشت و قلق سے قلب کا عجب حال
تھا، صبح کو مسجد شریف میں حاضر ہوا، تو دل بھر آیا، چند قدم چل کر بے اختیار
پر درد لہجے میں "یا رسول اللہ" زبان سے نکلا۔ اب چلنے کی بھی تاب نہ رہی،
کھڑا ہوگیا اور فرط غم سے قریب کے ستون شریف سے سر کو ٹیک دیا، اس
رنج اور صدمے کی حالت میں دیر تک ساکت کھڑا رہا، بالآخر نماز صبح ادا کی۔
اور بعد نماز صحن مبارک میں بیٹھکر پڑھنے میں مصروف ہوگیا، دل بدستور
مضطرب تھا، اسی عرصے میں خدام کرام، روضۂ اطہر سے، روشن قندیلیں
باہر لانے اور ذخیرے کے مکان میں لیجانے لگے، اسی سلسلے میں ایک صاحب
میرے متصل ہوکر تشریف لے گئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک کشتی تھی، اور اس میں
روشن کنول رکھے ہوئے تھے۔ اس اتصال سے قلب میں ایک کیف پیدا
ہوکر یہ داعیہ پیدا ہوا کہ روضۂ مبارک میں داخلی کا شرف حاصل کرنا چاہیئے۔
اول تو اس خیال پر گونہ استعجاب ہوا مگر آہستہ آہستہ یہ مبارک خیال غالب
و دلنشین ہوتا گیا۔ یہانتک کہ مصمم ہوگیا، بعد تصمیم مولوی ندیم احمد صاحب
سے ظاہر کیا۔ موصوف نے از راہ کرم انتظام فرما دیا، جمعہ کی شب کو
حسب ارشاد حضرات خدام خلاف معمول نماز بوقت امام شافعی رضی اللہ عنہ

ادا کی اور بعد نماز حضرات ممدوح کی خدمت میں حسب قرار داد حاضر ہو گیا۔
بعد حاضری وہ لباس شریف زیب بدن فرما دیا گیا، جو یہ حضرات بوقت
خدمت استعمال کرتے ہیں، یعنی ایک صاف سپید نیچا جبہ (فرجیہ) آستین
چوڑی، اور عربی عمامہ، یہ لباس پہنا کر اس چبوترے پر بٹھا دیا جو ان حضرات
کی نشست کے لیے مخصوص ہے، تصور کرو میری اس عزت و شان کا
جب میں اس مبارک ہیئت سے منتظر خدمت و حاضری درگاہ ملائک پناہ
موقف خدمت میں حاضر تھا، دل میں سکون و عجز کی کیفیت تھی، بالآخر
خدام کرام حسب قاعدۂ مقررہ غایت ادب کے ساتھ روضۂ اقدس کے باب معلی
پر حاضر ہو کر صف بستہ ایستادہ ہوئے، زہے شرف کہ یہ عاجز بندہ بھی اس
باشرف صف میں تھا، کلید بردار خادم سب سے آگے ایستادہ تھے، انکے
گلے میں بھاری چاندی کی زنجیریں آویزاں تھیں جن میں بڑی بڑی کنجیاں
تھیں، سب نے اول درود و سلام عرض کیا، پھر بعد استیذان درسعادت
کھولا، سب خاموش نیچی نظر کے ساتھ آہستہ بدن کو سمیٹے ہوئے داخل ہوئے۔
ایک سپید تہ کیا ہوا رومال میرے ہاتھ میں پہلے سے دیدیا گیا تھا، اندر داخل
ہونے کے بعد ایک صاحب نے قندیل زجاجی کے پاس پہنچکر اس میں سے
روشن کنول نکال کر دوسرے صاحب کو دیا، قندیل میرے سامنے جھکادی،
میں نے رومال سے صاف کر دی، اسی طرح درود و سلام آہستہ پڑھتے ہوئے

پھر کر قندیلیں صاف کیں، مقام صدر اشرف کے قریب حاضر ہوئے تو کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی، ثواب پیش کیا، اس کے بعد حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرقد مبارک کے قریب حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی، یونہی آہستہ آہستہ درود وسلام پڑھتے خدمت کرتے باہر آ گئے۔ ادب نے نگاہ کو اتنا قابو میں رکھا کہ باہر آنے پر یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کیا دیکھا، فرط ادب سے نگاہ فرش مقدس پر بھی نہ جمی، لہٰذا اس کی ہیئت بھی ذہن میں نہ تھی۔ باہر آنے پر قلب میں پورا سکون تھا، مفارقت و مہاجرت کا تصور بھی نہ رہا، قلب کو طمانیت حاصل ہو گئی، فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ، اللھم صل علی سیدنا محمد وعترتہ بعدد کل معلوم لک۔ اس سعادت کے حصول کے بعد مکان پر آیا، وہاں شیخ حسن الشاعر المقری نے بھی کرم فرمایا، ناشتہ کے بعد موصوف کے ساتھ مسجد شریف میں حاضر ہو کر سورۂ فاتحہ سنائی، بعد عطاء سند شیخ ممدوح نے فاتحہ خیر و دعا سے مشرف فرمایا۔ فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ جمعہ کی نماز کے وقت منبر شریف سے بالکل متصل بیٹھنے کو جگہ مل گئی، جو ابتک نہ ملی تھی، خطبہ باطمینان سنا، نماز کے وقت تیسری صف میں کھڑا، دو یا تین مصلی میرے اور مبارک جالی کے درمیان میں تھے، صفیں درست ہونے پر اگلی صف میں ایک جگہ خالی ہوئی، میں وہاں پہنچ گیا، اب جالی شریف اور میرے درمیان میں ایک مصلی تھے۔ اس کے بعد اول صف میں جگہ خالی ہوئی،

میں وہاں حاضر ہوگیا۔ اب جالی شریف اور میرے درمیان میں کوئی حائل نہ تھا، اسی قرب کے ساتھ نماز جمعہ ادا ہوئی، فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ یہ اس باسعادت قیام میں جمعہ کی اخیر نماز تھی۔

دو چار روز قبل خدام کرام کے ساتھ مسجد شریف میں جاروب کشی کا شرف بھی حاصل ہوا تھا، اور یہ شرف بھی کہ اس خدمت کے بعد خدام کرام نے مولوی ندیم احمد صاحب سے میری غیبت میں فرمایا کہ "شیرینی لاؤ، ہم میں شامل ہوگئے"۔ اتفاق حسنہ دیکھو بروز جمعہ موصوف ایک صاحب چند جاروبیں فروخت کے لیے اس قسم کی لائے، جو کسی زمانہ میں خاص روضۂ اطہر کی جاروب کشی کے لیے قسطنطنیہ سے تیار ہو کر آیا کرتی تھیں، اب موقوف ہو چکی ہیں، میں نے ایک اشرفی پیش کرکے لیں اور خدام کرام کی نذر کر دیں، یہ اتفاق حسنہ قبول خدمت جاروب کشی کا مژدہ متصور ہوا۔

عصر کی نماز کے بعد روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر الوداعی درود و سلام عرض کیا گیا، اہل قافلہ صدمۂ مفارقت سے بے چین مصروفِ آہ و بکا تھے، میرا قلب الحمد للہ تعالیٰ سکینہ حضور محسوس کرکے مطمئن تھا، تصور مفارقت ہی نہ رہا، اور آج تک بھی نہیں ہے، فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ بعد نماز عصر قافلہ مع الخیر جدہ کو روانہ ہوا۔

مدینہ طیبہ میں ۲۳ دن تک شرف حضور حاصل رہا، ایک عجیب واردات ہے۔

حج سے قبل ایک قافلہ زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہو کر مکہ مکرمہ پہنچا تھا۔
اس میں ایک صاحب جو بہار کے رئیس تھے۔ شاہ ابو شرف صاحب مجددی کے
دولت خانے پر ملاقات ہوئی، اثنائے کلام میں میں نے پوچھا کہ مدینہ طیبہ میں
کس قدر حاضری رہی، مسرور ہو کر کہا کہ الحمد للہ اکیس ۲۱ دن، مجھکو تمنا ہوئی کہ
کاش مجھکو بھی طویل مدت حضور نصیب ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم
سے یہ تمنا بھی پوری فرمادی، حالانکہ مکہ مکرمہ میں معلوف ترک نے بلا اطلاع
صرف چار دن کے قیام کا معاہدہ بدؤں سے کر لیا تھا، بجائے ۲۱ دن کے
۲۳ دن کے قیام و حضور کا شرف حاصل ہو گیا، فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً
طیباً مبارکاً فیہ۔ چار جمعے مسجد شریف میں ادا ہوئے، دوران قیام میں تمام
نمازیں باجماعت مسجد شریف میں (جہانتک یاد ہے) ادا ہوئیں شہر مدینہ طیبہ
اور نواح کے مقامات پاک میں سیر و گشت کی خوب سعادت حاصل ہوئی، روزانہ
بعد نماز صبح گشت کرتے ہوئے ہم مل کر مناخہ جاتے، ترکاری، میوہ، شہد وغیرہ
خریدتے، شام کو بازار میں جاتے، ایک روز مولانا عبد الباقی فرنگی محلی نے
بازار میں دیکھ کر فرمایا۔ یہ بھی سنت ہے، ان مقامات میں بھی حضرت سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رنجہ فرمایا ہے، کتابیں کئی خریدیں، ان پر مدینہ طیبہ
کی خریداری کی یادداشت لکھ کر داخل کتابخانہ حبیب گنج کیں علیٰ ہذا القیاس
مکہ مکرمہ کی خریدکردہ دو کتابیں رجال حدیث کی حسن اتفاق سے جدہ میں ہدیۃً ملیں۔

اس طرح ان تینوں مبارک شہروں کی یادگار قیام حبیب گنج کے کتاب خانے میں ہے،

مسجد شریف میں یہ تین سعادتیں بھی حاصل ہوئیں، امامتِ صلوٰۃ، ایک روز صبح کو (غالباً حاضری کے دوسرے دن) ایسے وقت مسجد شریف میں صف جماعت میں حاضر ہوا کہ امام سلام پھیر رہے تھے، میں تنہا فرض پڑھنے لگا، تو دو تین مصلی اور موجود ہو گئے، اور باصرار مجھکو امام کیا،

تصحیح[۲] نسخہ کلام مجید قلمی، مسجد مبارک کے کتاب خانے میں ایک نسخہ کلام مجید کا نواب عبدالمجید خاں صاحب مرحوم ٹونکی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے (جو نواب وزیرالدولہ مرحوم کے داماد تھے) خوشخط مطلا ہے، ایک روز شیخ الروضہ مہتمم کتاب خانہ نے وہی نسخہ تلاوت کے لیے مجھکو عنایت فرمایا، منبر شریف کے قریب میں تلاوت میں مصروف ہوا، اثنائے تلاوت میں ایک سے زیادہ کتابت کی غلطیاں معلوم ہوئیں، مثلاً آیۂ پاک "قل ان الھدیٰ ھدی اللّٰہ" میں لفظ اللّٰہ چھوٹ گیا تھا، یہ غلطیاں شیخ الروضہ کو میں نے بتائیں تو بعد اطمینان دعائے خیر دیکر صحیح کر دیں۔

اجازت روایت حدیث شریف۔ شیخ عمری سے میں نے مسجد شریف میں اجازت حدیث شریف حاصل کی تھی، اجازت کے بعد شیخ ممدوح نے مجھ سے اجازت کی فرمایش کی، میں نے خجالت کے ساتھ اپنی بے مائگی

کا عذر کیا، اس پر بھی الحاح فرماتے رہے، مجبور ہو کر میں نے خیال کیا تو ایک حدیث شریف خیال میں آگئی جس کی اجازت حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ نے اُس وقت فرمائی تھی جب میں اور شیخ احمد مکی مرحوم مل کر ایک بار حاضر خدمت شریف ہوئے تھے، یہ حدیث مسلسل بالاولیت حضرت کو حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ کی اجازت سے ملی تھی، حدیث موصوف کے یہ الفاظ یاد تھے: المتحابان فی اللہ تعالیٰ تحت ظل العرش یوم لا ظل الا ظلہ۔ اس حدیث شریف کی اجازت سے شیخ محمد صبح بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا، میری سند سے عالی ہے۔

شیخ عمری فقیر منش، آزاد روش، قانع عالم ہیں، مولوی سید سلیمان ندوی نے مدینہ طیبہ میں محمد صبح کی مجھ سے تعریف کی تھی، میرے اظہار اشتیاق پر فرمایا کہ ملنے میں بہت محتاط ہیں، یہ سنکر میں چپ ہو گیا، ایک روز اتفاقاً ملاقات ہو گئی، فقیرانہ لباس، درویشانہ صورت و سیرت، اہل اللہ کا سا استغنا، سلف صالحین کے اخلاق کا نمونہ۔ مل کر ایسے مانوس ہوئے کہ اکثر ملتے رہے، مکان پر بھی تشریف لاتے رہے، مطالعہ بہت وسیع ہے، معلومات مستحضر، مطالعہ کا شوق اب بھی ہے، کتابوں سے بہت آگاہی ہے، خریداری کتب میں بہت مفید مشورے دیتے رہے، شوق مطالعہ کی تعریف شیخ غزنوی بھی کی، حضرت شاہ عبد الغنی مجددی قدس سرہٗ العزیز سے

تلمذ بیعت ہے، کہیں سے دس روپئے ماہوار ملتے ہیں، ان ہی پر قناعت
قانع ہیں، خربوتی نسبت ہے۔ خربوت کیجانب جو کردستان کا ایک حصہ
ہے، شیخ ابراہیم خربوتی مہتمم کتاب خانہ شیخ الاسلام نہایت مہذب اور
متین، شگفتہ مزاج اور باہنر ہیں، کتابوں کی نگہداشت نہایت شفقت و
اہتمام سے مثل بچوں کے فرماتے ہیں، اور اس فن میں ماہر ہیں، میرے حال
پر بہت مہربان رہے، کتاب التقصی امام ابن عبدالبر کی، موصوف کی عنایت
سے نقل ہو کر میری مراجعت کے بعد میرے پاس پہنچی، جزاہ اللہ تعالیٰ عنی خیر الجزاء۔

موسم رطب | یہ بھی ایک فضل ربانی تھا کہ میری حاضری ایسے زمانے میں ہوئی
جب مدینہ طیبہ میں رطب کی بہار کا تھا۔ باغات عوالی مدینہ شریف میں کثرت
سے ہیں، عموماً ہر باغ میں کنواں اور پختہ حوض ہوتا ہے، زیر درختی کاشت
زرقہ (لوسن) کی ہوتی ہے۔ بھنڈی، کریلا وغیرہ ترکاریاں بھی پیدا ہوتی ہیں،
نیز پودینا، ہرا دھنیا، اس طرح باغات کی زمین عموماً سرسبز رہتی ہے،
کھجوروں کے درخت رطب سے لدے ہوئے تھے، اقسام اقسام کی کھجوریں دیکھیں
اور کھائیں، عجوہ کھجور تلاش کر کے اور درخت کے نیچے کھڑے ہو کر کھائی،
جس باغ میں دل چاہا بے تکلف چلے گئے، مالک باغ کو عموماً خیر مقدم کیلئے
کشادہ پیشانی مستعد پایا، اھلاً، سھلاً مرحبا کے بعد محبت سے بٹھاتے، چاء اور
کھجور کی ضیافت سے مشرف فرماتے، کھانے کی فرمائش فرماتے، شیخ عبدالقادر

حجار کے باغ میں دوپہر کا کھانا بھی کھایا، صبح کی اور سہ پہر کی چاء پی، اہل مدینہ اس موسم میں مع اہل وعیال باغوں میں قیام کرتے ہیں، گیلے ہوتے ہیں، خوش الحان نعت شریف سناتے ہیں، شیخ حجار کے باغ میں ایک بڑا سا پختہ حوض شفاف پانی سے چھلک رہا تھا، اس کے کنارے پر وسیع ہوادار مجلس تھی، مجلس کے کناروں پر خوشنما چھینٹ سے منڈھے ہوئے نرم گدے تھے، درمیان میں سرتاسر ایرانی خوشنما قالین کا فرش تھا، جو لوگ تیراک تھے، حوض میں تیرتے، ملاجی سے اور شیخ سے اثنائے غسل میں تفریحی ہاتھاپائی بھی ہوئی۔

باوجود پیرانہ سالی شیخ حجار بہت ہی ظریف وخوش طبع ہیں، مہمان نوازی زندہ دلی، نرم خوئی، شیریں زبانی اور پاکیزگی وصفائی اہل مدینہ طیبہ کے عمومی اوصاف ہیں، بہار رطب اور باغات کو دیکھکر حدیث وادب کے بہت سے مضامین عیاں ہوگئے۔

عمارات مدینہ طیبہ عموماً بلند اور وسیع سنگین ہیں، خصوصاً محلہ ساحہ کی عمارات بہت ہی عالی شان ہیں۔

ایک روز وادی العقیق کی بھی سیر کی، بعض قصور کے کھنڈر ابتک باقی ہیں،

۱۰ صفر المظفر یوم جمعہ کو بعد نماز عصر مدینہ طیبہ سے واپسی ہوئی تو اسٹیشن

کے قریب شام ہوگئی تھی، جبرک والوں نے حجت کی، حکومت کو ٹیلیفون کیا تو حکم آیا کہ فوراً قافلے کو جانے دو، چنانچہ اس پر قصہ طے ہوا، نماز مغرب بیر علی کے قریب پڑھی، منزل بہ منزل سیدھے جدہ آئے۔

آثار | اب چونکہ حج و زیارت سے بفضلہ تعالیٰ مشرف ہولئے اس لیے اس کے بعد کے واقعات آثار کے تحت میں لکھے جاتے ہیں۔

۱۹ صفر المظفر کو صبح کے وقت جدہ پہنچے، جدہ کے بازار اس وقت طائف کے انگوروں سے بھرے ہوئے تھے، قسم قسم کے انگور اور ارزاں۔ فضل باری تعالیٰ دیکھو، بمبئی میں آموں کی بہار تھی، مدینہ طیبہ میں رُطب کی، جدہ میں عنب کی۔ جدہ میں پانچ دن قیام رہا، اماں حوا کے مزار پر حاضر ہو کر جناب عم مغفور مولوی محمد عبدالشکور خاں صاحب رئیس بھیکن پور کی روح کو فاتحہ کا ثواب بخشا، نیز دیگر رفقائے قافلہ مرحوم مغفور کو، قصد کیا کہ ہم دوبارہ موٹر پر مکہ مکرمہ حاضر ہو کر عمرہ کرنے کا شرف حاصل کیا جائے، مگر موٹر کا انتظام نہ ہو سکا۔

جمعہ ۲۴ صفر المظفر کو جہاز جہانگیر پر سوار ہوئے، جہاز کا نام کامیابی کی فال خیر تھا، روانگی سے قبل مولوی ندیم احمد صاحب مجددی طائف کے انار اور ترکاریاں لا کر اہل جہاز کو تقسیم فرما گئے، انار اس قدر لطیف تھے کہ میں نے ایک مثل آم کے مولوی ندیم احمد صاحب کے اصرار پر چوسا، تمام دانے

عرق ہو گئے، صرف باریک پوست ہاتھوں میں رہ گیا، اثنائے راہ میں عدن
اور مکلا کی سیر کی، بندر عدن میں یاسین خان صاحب سشن جج جہاز پر آکر شہر
کو لے گئے، سیر کے بعد شب کا کھانا بھی کھلایا، موصوف علیگ ہیں اور خاندان
کنبوہ کے فرد، ہوشیار، با اخلاق۔ مکلا خوشنما بستی ہے، جہاز میں میرے ہونے
کی خبر پاکر سلطان نے مدعو کیا، لینے کو معتمد بھیجے، کنارہ پر موٹر موجود تھی،
حیدرآباد کے تعلق کے لحاظ سے بہت اخلاق سے پیش آئے، کپتان کو بھی
کہہ کر بلایا تھا، تاکہ جہاز کی روانگی کے خیال سے ملاقات میں تنگی نہ ہو، جہاز پر
واپس آجانے کے وقت دعوت بھیجی، شہد، قہوہ، بکرے، دنبے اور موز
اور ایک بڑی ایرانی قالین کی جانماز، بکرے یہاں آئے ہیں اور انکی
نسل لی گئی ہے، جو انشاءاللہ اس مبارک سفر کی یادگار رہے گی۔
جہاز براہ کراچی آیا، عدن خاص ضرورت سے گیا تھا، راستے میں
ایپراول (کاٹھیاواڑ) کا بندر پڑتا ہے، جس کے متصل سومنات کے
شہداء کے مزار ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ روانگی اسی راہ سے ہوئی تھی،
واپسی میں اطلاع ہونے پر قلب کو سخت تعلق ہوا اور فاتحہ خوانی کو دل
چاہا، کپتان نے مہربانی سے موقع بتانے کا وعدہ کیا، خلاف امید طوفان
کے اثر سے دن میں جہاز وہاں سے نہ گذرا، ۹ بجے شب کو پہنچا، کپتان
نے مطلع کیا، تو فاتحہ پڑھ کر دعائے خیر کی، جب تک فاتحہ نہ پڑھ لی دل کا

تعلق و شوق زیارت قائم رہا، درود شریف کثیر تعداد میں پہلے سے پڑھ لی تھی، اس کا ثواب بھی بخشا، دلی جوش کے ساتھ جو ایک ربط روحانی کی خبر دیتا تھا،

۱۰ ربیع الاول روز شنبہ دن کو دس بجے بمبئی میں جہاز سے مع الخیر اترے، اترنے سے قبل برخوردار عزیز عبید الرحمٰن خاں سلمہ کے دیدار سے مسرت حاصل ہوئی، عزیز موصوف از راہ سعادت مندی بیتاب ہو کر قدموں پر گرے، میں نے روکا کہ یہ بدعت کرو، جہاز کے کنارہ سے نیچے نظر کی تو دو محبوب چہرے اور نظر آئے، مولوی سید مناظر احسن صاحب گیلانی اور مولوی عبد الباری صاحب ندوی، عزیزی مولوی عبد الحمید خاں بھی پہنچ گئے تھے، بمبئی میں ورود ایسے مبارک وقت میں ہوا کہ شہر مجالس میلاد مبارک کی برکت سے منور تھا، کئی مجلسوں میں شرکت کا شرف حاصل ہوا، جامع مسجد کی بالائی منزل کی روشنی ایسی دلفریب تھی کہ نگاہ ہٹتی ہی نہ تھی، تعجب خیز مجلس الفضل کے یہاں تھی، پورے نجدی خیال کے آدمی ہیں، مگر اس سال مجلس مبارک کی اور اس اہتمام سے کہ تجوید و قیام و سلام نعت خوانی، ذکر شریف، ضیافت سب ہی لوازم مجلس ادا ہوئے، جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا

بمبئی سے روانہ ہو کر میں تو مع نفیس و دلہن وغیرہ حیدرآباد ۱۳ ربیع الاول کو پہنچا، تاکہ اول شاہ اسلام اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ کے سلام کی عزت

حاصل کروں، باقی قافلہ علی گڑھ روانہ ہوا، بعونہ تعالیٰ تمام قافلہ زندہ وسلامت سفر سے واپس ہوکر فائز وطن ہوا، اور گھر پہنچنے پر بھی کسی نے کوئی خبر بد نہ سنی۔ حیدرآباد میں تھوڑا سا قیام کرکے بعد اجازت خسروی میں بھی ۷، ربیع الاول روز شنبہ کو بوقت عشا بخیریت حبیب گنج پہنچ گیا، اول مسجد سے ملاقات کی، دوگانہ نفل ادا کیا، اس کے بعد اعزا کے دیدار سے مسرور ہوا۔ فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

یاد آیا، حیدرآباد پہنچنے کے دوسرے روز یہ خوشخبری حبیب گنج سے پہنچی تھی کہ نور چشمی کلاں کے یہاں دختر نیک اختر تولد ہوئی۔ حمیدہ خاتون نام ہے، سلمہا اللہ تعالیٰ۔ حبیب گنج میں اطلاع ہوئی کہ اعلیٰ حضرت نظام نے بمراحم خسروانہ من ابتدا، یکم ربیع الآخر میری ملازمت میں ایک سال کی توسیع منظور فرمائی۔

حبیب گنج سے روانگی ۷، شوال المکرم روز شنبہ کو ہوئی تھی، واپسی ۷، ربیع الاول روز شنبہ ہوئی، جملہ ایام سفر مبارک پانچ مہینے ۔

شکر کہ جمازہ بمنزل رسید
زورقِ امید بساحل رسید

رُویائے عظیمہ

(بلحاظ جلالتِ شان اس مبارک خواب کا مستقل عنوان قائم کیا گیا ہی)

۱۶ صفر المظفر، روز چہار شنبہ کی مبارک شب کو مراجعت مدینہ طیبہ کے بعد منزل بیر الشیخ اور مستورہ کے درمیان ایک بجے کے وقت میں ایک عظیم الشان رویا سے مشرف ہوا۔

بعونہ و نعمتہ تعالیٰ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کشادہ میدان میں برابر برابر دو خس پوش بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ ان کے احاطے جدا جدا ہیں، احاطوں میں درخت نصب ہیں، جن میں بڑے بڑے درخت بڑ کے بھی ہیں، ایک بنگلے میں بطور مہمان حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم، عاجز کا قیام ہے، اسی اثنا میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مع ایک رفیق کے میرے قیامگاہ کے بنگلے کے احاطے میں ورود فرمایا، اس طرح کہ جیسے کوئی کہیں جاتے جاتے مہمان پرسی کے لیے اس کے قیام گاہ پہ ہوتا جائے، ایک کمیت گھوڑا میانہ قد، خوبصورت عربی النسل (اس جوڑ بند کا جیسی ایک بچھیری مدینہ شریف میں علی شحاد مجھکو دیتے تھے) زین کسا ہوا احاطہ میں کھڑا تھا، حسب ارشاد میں سوار ہوا، اس خیال و یقین کے ساتھ کہ یہ محض مہمان نوازی و غریب پروری ہے،

ایک جانب دست راست مبارک سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی باگ پکڑلی اور دست چپ سے دوسری جانب سے دوسرے بزرگ نے جو ذات اقدس سے صورتاً و لباساً اشبہ تھے۔

جسم مبارک دبلا تھا، ریش مبارک دراز تھی، لباس مبارک اجلا نہ تھا، دوسری جانب کے بزرگ بھی اسی صورت و لباس کے تھے، دل میں از خود خیال آیا کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، یہ خیال برابر دل میں قوت کے ساتھ آتا رہا کہ یہ محض عاجز نوازی اور غریب پروری ہے، میرے قیام کے بنگلے میں رونق افروزی بھی اسی قصد سے فرمائی گئی، ورنہ اصل مقصد دوسرے بنگلے میں تشریف بری کا ہے، غرض اسی ہیئت مبارک سے گھوڑا احاطہ سے باہر آیا، اور سامنے کے میدان کی جانب چلا، اس وقت بھی یہ خیال آیا کہ دوسرے بنگلے کے قریب کے راستے کو ترک فرما کر میدان کیجانب تشریف فرمائی بھی بخیال مذکورہ بالا ہے، گھوڑا چلتا تو آہستہ تھا، مگر بڑے بناؤ اور قدیم روش کی چلبلی رفتار سے (جس کی اگلے شہسوار تعلیم دیتے تھے) چاروں ڈنڈے بھاڑتا ہوا کھیلتا چل رہا تھا، رفتار کے انداز بھی بدلتا جاتا تھا، اور کئی طرح سے قدم ڈالتا تھا لیکن سب آہستہ۔

دوسرے صاحب گھوڑے کی رفتار کی برابر تعریف فرماتے جاتے اور رفتار کے اقسام کا نام ظاہر فرماتے، مگر میں اس کا مخاطب نہ تھا، تمام راستے میں

مجھ سے کوئی کلام نہیں فرمایا گیا۔ اسی طرح دور تک گھوڑا آگے بڑھا چلا گیا، اس کے بعد دوسرے بنگلے کیجانب مراجعت فرمائی ہوئی، اس اثناء میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

"انتظام گڑبڑ ہے، جائزہ دلوا دیا جائے گا۔"

اس کے بعد دوسرے بنگلے میں داخل ہوئے، میں گھوڑے سے نیچے اتر آیا، اس وقت بھی زبان مبارک اور رفیق مبارک کی زبان پر گھوڑے کی رفتار کی تعریف تھی، اس وقت میں نے رقت آمیز آواز سے عرض کی:

"یا رسول اللہ! میرے فخر کی بھی انتہا نہ رہی"

بہ آواز بلند فرمایا "بے شک"۔ اس کے بعد بنگلے کے اندر قدم رنجہ فرمایا، کمرے میں ایسا سماں تھا جیسے کچہری ہو، حاکم صدر میں کرسی پر تھا، میز سامنے تھی، اہل دفتر اور اہل معاملہ سے کمرہ بھرا ہوا تھا۔ حاکم کا چہرہ گورا تھا، مگر میلا، داڑھی منڈھی ہوئی۔ دونوں جانب صرف قلمیں، سر پر میلی ٹوپی تھی، گردن جھکائے لکھنے میں مصروف تھا، انگریزی لکھ رہا تھا، قریب پہنچکر ارشاد فیض بنیاد ہوا، جائزہ دیدو، ان الفاظ کے ادا ہوتے ہی حاکم معاً قلم ہاتھ سے رکھکر کھڑا ہو گیا، اس کے بعد دوسرے کمرے میں میں تنہا گیا، وہاں بھی یہی سماں تھا، دل میں یہ خیال خود بخود پیدا ہوا کہ یہ نائب حاکم ہے، وہ نائب بھی مصروفِ تحریر تھا، شکل وصورت بھی ویسی تھی، اسی

حالت میں اس نے یہ چیز سنی کہ جائزہ دلوا دیا گیا، اس نے بھی فی الفور قلم روک کر ہاتھ سے رکھ دیا، اس کے بعد آنکھ کھل گئی، گھڑی دیکھی تو ایک بجا تھا، ہوا سرد چل رہی تھی، چاندنی کا دریائے نور میدان میں موجزن تھا، جلالت خواب سے متاثر ہو کر میں فوراً سجدۂ شکر میں گرا، دیر تک حمد باری تعالیٰ کرتا رہا، سر اٹھایا تو معلوم ہوا کہ سجدہ مدینہ شریف کیجانب ہوا ہے

غش کھا کے داغ یار کے قدموں پہ گر پڑا
بیہوشش نے بھی کام کیا ہوشیار کا

دوبارہ سجدۂ شکر کعبۂ محترم کیجانب کیا، خواب سے آنکھ کھلنے پر معاً یہ خیال بھی آیا تھا کہ یہ خواب دو صاحبوں سے بیان کروں گا، ایک مولانا سید سلیمان اشرف صاحب سے، دوسرے مولوی سید مناظر احسن صاحب سے، اس کے بعد قلب و دماغ کا کیا عالم تھا، یہ کون بتا سکتا ہے، اس شعر کو یاد کرو ؎

خوشا نصیب کہ حسرت چلا مدینے کو
تو بد آنکھ کو ہو تہنیت ہو سینے کو

دیکھو آنکھ نے کیا دیکھا، سینے کو کیا سرور ملا، یہ بھی سن لو کہ حضرت شیخ دہلوی قدس سرہ العزیز نے جو دعا جذب القلوب میں داخلۂ حرم محترم نبوی کے وقت کی تلقین فرمائی تھی، اس میں یہ مبارک الفاظ بھی تھے:

وارزقنی فی زیارۃ نبیک ما رزقتہ اولیائک
واھل طاعتک واغفرلی وارحمنی یا خیر مسئول

الحمد للہ ہر واظلے کا شرف حاصل ہونے پر یہ مبارک دعا برابر پڑھی گئی، آثار تو کہتے ہیں کہ دعا نے اجابت کا شرف پایا،

بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

عجیب حسن اتفاق | حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے آستانۂ مبارک پر قیام کے آخر وقت میں اظہار کرم فرمایا گیا، عرفات میں، حرم محترم میں، مسجد شریف میں، سفر میں بھی آثار رحمت کا ظہور آخر مواقع میں زیادہ تر ہوا جیسا کہ اوپر کے بیان سے واضح ہوا،

حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کی توجہ مبارک کا متعدد بار ظہور ہوا، اولؔ دلی کے اسٹیشن پر روانگی حجاز کے وقت جو اوپر بیان ہو چکا، دوسرا مدینہ شریف کی حاضری کے سفر میں ایک منزل پر پہنچکر صبح کو معلوم ہوا کہ حاجی عبد الرشید خاں دواساز رات سے غائب ہیں، خیال ہوا تلاش کی پتہ نہ چلا، بدو گئے، بے نیل مرام واپس آئے، اب تردد ہوا، حضرت پیر و مرشد کی جانب توجہ کی، تھوڑی دیر کے بعد دیکھا دواساز آرہے ہیں۔

تیسری مرتبہ، مسجد شریف نبوی میں شب بیداری کے وقت، چوتھی مرتبہ

دلی تمنا بلکہ عین تمنا حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار مبارک سے مشرف ہونے کی تھی، چند مرتبہ حضرت پیر و مرشد کیجانب توجہ کی، الحمد للہ تعالےٰ سعادتِ دیدار سے مشرف ہوا، اور کس شان سے عاجز نوازی کے ساتھ، فالحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ

تعمیر مسجد شریف کا تخمینہ | یہ بھی آثار سفر مبارک میں سے ایک عظیم الشان اثر ہے، اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ حضور نظام نے مسجد شریف کی تعمیری و عمرانی ضروریات کا تخمینہ کرنے کی خدمت میرے سپرد فرمائی تھی۔

مولوی سید عطا حسین صاحب مہندس ہمراہ گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس مرحلے کو ہر موقع پر آسان فرمایا، ابن سعود نے کشادہ پیشانی سے اجازت دی، امیر مدینہ طیبہ کو خط امداد کے واسطے لکھ دیا، امیر ممدوح نے جناب مدیر حرم کو مدد کے لیے مامور فرمایا، جملہ مصارف کا تخمینہ نو لاکھ روپئے ہوا، اس تخمینے میں ضروری تعمیر، قالین و دری کے مصلے، برقی روشنی آب رسانی وغیرہ شامل تھے، نیز حرم محترم مکہ مکرمہ کی برقی روشنی۔ بعد حاضری حیدرآباد یہ تخمینہ بارگاہ خسروی میں پیش کیا گیا، حسب ضابطہ باب حکومت سے رائے طلب فرمائی گئی، وہاں سے صرف ایک لاکھ تیس ہزار کی منظوری کی رائے عرض کی گئی، فنانس نے اس سے بھی کم تجویز کی تھی، باقی رقم کی بابت دونوں جگہ سے اختلاف قوت کے ساتھ کیا گیا، مگر بارگاہ خسروی سے پورے ۹ لاکھ منظور فرمائے گئے، اللہ تعالیٰ حضور نظام کے جاہ و اقبال

میں ترقی بخشے اور یہ خدمت قبول فرمائے۔ ان کے طفیل میں اس عاجز بندے اور مولوی سید عطا حسین صاحب کو بھی نوازے۔

ایک سعادت یہ بھی ہے کہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے لیے میری سفارش پر حضور نظام نے پچیس ۲۵ ہزار روپئے کلدار منظور فرمائے۔

عرض درود و سلام کا سلسلہ جاری ہے

ایک سعادت عظمیٰ یہ بھی للہ الحمد حاصل ہے کہ عاجز بندے کی جانب سے اب بھی روضۂ منورہ کے حضور میں درود و سلام پیش ہوتا رہتا ہے، میرے ماموں صاحب حاجی عبدالکفیل خاں صاحب مقیم مدینہ طیبہ ہیں، از براہ شفقتِ بزرگانہ موصوف اس سعادت سے مجھکو بہرہ یاب فرماتے رہتے ہیں، ایک قرابت دار کے ذریعہ سے پیشیٔ درود و سلام مزید قوت نیابت رکھتی ہے، ماموں صاحب مدینہ شریف سے ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۴۶ھ کو تحریر فرماتے ہیں :-

"آج پچھلی رات کے حصے میں بہ حضوری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر تھا، خود بخود میرے دل میں یاد آیا بالو کالہ آپ کی طرف سے نام لیکر ہدیۂ صلوٰۃ و سلام پیش کرکے لکھ بھیجوں، یہ خط لکھا ہوا رکھا تھا، چنانچہ اطلاع کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔"

دوسرا مکتوب :-

"خوشخبری سنو! کم و بیش ڈیڑھ مہینے تک حرم شریف میں حاضر نہ ہو سکا،

بیماری کی وجہ سے، حاضری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت آپکی
یاد خود بخود میرے دل میں پیدا ہوئی، جب ہدیۂ فاتحہ و درود پیش کر چکا،
آپ کی طرف سے میرے دل میں اشارہ ہوا، سورۂ اخلاص اور پڑھو
چنانچہ تین بار وہ بھی آپ کی طرف سے پڑھی گئی۔"

(۷ر ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ)

فالحمد للہ تعالیٰ حمداً طیباً کثیراً مبارکاً فیہ

تم بالخیر

حبیب الرحمن

حبیب گنج ضلع علی گڑھ ۱۶ر رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

یوم مبارک جمعہ

مُتفرّقات

شبِ جمعہ، ۱۴ رشوال المکرم ۱۳۴۶ھ بمقام حیدرآباد۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوکر ایک مکان میں تازہ وارد ہوں۔ دل اس مسرت سے باغ باغ ہے کہ دوبارہ حاضری نصیب ہوئی۔ نفیس دلہن نے اسی شب میں یہ خواب دیکھا کہ بری راستے سے اونٹوں پر مکہ مکرمہ کا سفر ہم سب مل کر کر رہے ہیں۔ ان خوابوں کی بابت یہ واقعہ قابلِ لحاظ ہے کہ اس شب سے پہلے پنجشنبہ کی شام کو میرا اور نواب مہدی یار جنگ بہادر کا ان دقتوں کے متعلق باہم مشورہ ہوا تھا جو حکومت حجاز کے ایک مراسلہ کے مضمون سے مسجد نبویؐ کی تعمیر میں بعض پیش آگئی ہیں، حاضری مدینہ منورہ وسفر مکہ مکرمہ اور وفور مسرت دل کیا عجب ہے کہ کامیابی و رفع مشکل کی بشارات ہوں۔

کل شب کو مولوی میر فیض الرحمن صاحب صدر ناظم مال نے رحلت کی۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ۔ مرحوم ممبئی سے مکہ مکرمہ تک سفر حج میں رفیق تھے۔ اور اچھے رفیق، میری علالت کی وجہ سے مدینہ طیبہ پہلے چلے گئے تھے۔

حاضری پر اس مبارک بقعہ میں ملاقات ہوئی تو مل کر فرطِ محبت سے بہت روئے ان کا عزم سفرِ حج میرے سفر کے اعلام میں شامل ہو سکتا ہے، اس لیے یہاں تحریر ہوتا ہے:

جب میرا ارادہ حج کا مصمم ہو گیا، سرکار سے اجازت مل گئی، تو مولوی صاحب ملاقات کو آئے، اثنائے کلام میں کہا کہ چار مہینے کی رخصت میں نے بھی لی ہے، میں نے سبب رخصت دریافت کیا، کہا استحقاق تھا، کام کرتے کرتے تھک گیا ہوں، آرام کے خیال سے ادھر ادھر جاؤں گا۔ میں نے کہا کچھ اور رخصت لیکر عزم حج کر دیجئے، رفاقت ہو، چونکہ دفعۃً یہ صورت پیش ہوئی، کہا سامان وغیرہ نہیں کس طرح ہو سکتا ہے، مکرر کہا چلتے وقت میں نے کہا غور کر لیجئے۔ اب اتنا اثر ہو گیا تھا کہ غور کرنے کا وعدہ کیا، غالباً تیسرے روز آئے اور ہنستے ہوئے آئے، کہا کہ ارادہ مصمم ہو گیا ہے، چار دوستوں کو اور آمادہ کر لیا ہے، ان میں ایک سلیمان مرحوم وکیل بھی تھے، چنانچہ مولوی صاحب مع بی بی اور چاروں رفقا کے بمبئی آکر شریک قافلہ ہو گئے، اس طرح ان کے ارادہ سے وہ خود اور نو اور جملہ دس اہل ایمان سعادتِ حج سے مشرف ہو گئے، اللہ تعالیٰ مرحوموں کو آخرت کی نعمت بخشے، زندوں کو عافیت و سعادت مزید۔

(۱۹ شوال المکرم ۱۳۴۶ھ چار شنبہ)

منجملہ آثار ایک واردات قلبیہ | گذشتہ رمضان المبارک کی آخری تاریخوں میں سے ایک روز صبح کو حسب معمول باغ میں ٹہل رہا تھا، اور ادھر فارغ ہو چکا تھا، لالے کا ایک پھول شگفتہ نظر آیا، اس کی رعنائی و شادابی نگاہ میں کھب گئی، دیر تک دیکھتا رہا، جتنا دیکھا اسی قدر نیا انداز رعنائی پیدا ہوتا گیا، بقول مرزا داغ۔ ع

اک نیا انداز پیدا ہوگا جتنا دیکھئے

جب اس کی تابش نے دل کو مبہوت ہی کر دیا تو تعجب ہوا کہ کس قدر رنگینی و دل آویزی اس پھول میں ہے۔ ع

ز سرخی و تری خواہد چکیدن

آفتاب بلند ہو چکا تھا، خیال ہوا نور آفتاب پھول کی تابش کو ترقی دے رہا ہے، اس خیال کے آتے ہی خیال آیا، اپنا بھی آفتاب ہے اس خیال کے آتے ہی، روضۂ مبارک کے گنبد خضرا کا تصور بندھا، اور پھول کی طرح قلب کو اس آفتاب انوار سعادت کے مقابل پایا، ایک کیف رقت پیدا ہوا، پھر اپنے ہی قلب کی سیر تھی، لالہ غائب ہو گیا، دیر تک یہ عالم رہا۔ فالحمد للہ تعالیٰ علیہا۔

ایک خواب

یوم الخمیس، ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ حیدرآباد۔ پچھلی شب کو خواب دیکھا ایک میدان ہے اور بڑے بڑے درختوں کا باغ ہے، باغ کے ایک جانب میدان میں ایسا سماں ہے جیسا حکام کے دورے کا ہوتا ہے، خیمے ہیں، بڑی سی میز ہے، اس کے ادھر ادھر کرسیاں ہیں متعلقین ہیں، میز کے صدر میں کوئی افسر ہیں، جو امتحان لیتے ہیں، ایک پہلو سے دو کرسیاں، دوسرے پہلو پر بھی کرسیاں ہیں، ایک جانب میں ہوں، میرے برابر کی کرسی پر حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما ہیں سامنے کی ایک کرسی پر مولانا سید سلیمان اشرف صاحب ہیں، دوسری پر مولوی سید زین الدین صاحب طالب علم دینیات کا امتحان دینے ایک ایک کر کے آتے ہیں، میز پر کھڑے ہو کر سوالوں کا جواب دیتے ہیں، ممتحن حاکم کون ہیں، یہ خیال میں نہیں، ان کا دیکھنا بھی یاد نہیں، اسی اثنا میں ایک خوبصورت نوجوان گورے چٹے تندرست امتحان دینے کے لیے میز کے کنارے آئے، اوپر جانا چاہتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو روک کر مسرت و محبت کے لہجے میں فرمایا کہ پہلے مجھکو پیار تو کر لینے دو، خدا کا شکر ہے کہ اب بھی میری اولاد میں ایسے دیندار بچے موجود ہیں، یہ کہکر خوب ان کو پیار کیا، اس کے

بعد مولوی سید سلیمان اشرف صاحب اور مولوی سید زین الدین صاحب رخصت ہوکر چلے ، میں بھی رخصت کرنے کو چلا ، باغ کی دوسری جانب ایک چھوٹے خیمے میں چاء ناشتہ کا اہتمام تھا ، قصد یہ ہوا کہ جانے سے پہلے دونوں صاحبوں کو چاء پلوا دی جائے ، باغ کے اندر داخل ہوئے تو وہ دونوں صاحب تو آگے بڑھ گئے ، میں پیچھے رہ گیا ، دیکھا کہ دو چیتے پلے ہوئے ہیں ، جیسے آجکل یہاں سرکار میں شکار کے لیے تیار کیے جاتے ہیں ، ایک ذرا اترا اور بھاری ہے ، وہ تو زنجیر میں بندھا ہوا ہے ، ایک ذرا اس سے جسم میں ہلکا ہے ، وہ کھلا پھرتا ہے ، میرے پہنچنے پر میرے پاس آیا ، گذر گیا ، دوسری مرتبہ آیا ، ذرا گھور کے مجھکو دیکھا ، اس کا میں نے خیال نہیں کیا ، اس نے میری بائیں جانب میری آنکھ کو دیکھا ، جو سرخ تھی ، اب مجھکو ایسا خیال ہوا کہ مبادا حملہ کرے ، اب اس نے اور زیادہ نگاہ جما کر دیکھا ، اور اس کی وحشت کے آثار نمایاں ہوئے ، اس وقت تردد ہوا کہ حملہ کرنے والا ہے ، اس کے تربیت کرنے والوں میں سے کوئی سامنے نہ تھا ، آواز دینے میں خیال ہوتا تھا کہ آواز سنتے ہی حملہ کر بیٹھے گا ، اسکی وحشت میرے تردد کو ترقی دے رہی تھی کہ ایک چھوکرا دوہرے جسم کا پتلی سی سانٹھ لیے نمودار ہوا ، سانٹھ کو زور سے زمین پر مار کر للکارا ، چیتا ڈر کر بھاگ گیا ، میں بہ اطمینان دونوں مہمانوں کیجانب دوسری جانب بڑھا ۔ اس عرصے میں آنکھ کھل گئی ۔

خواب بمقام اعظم گڈھ دارالمصنفین

شب ۱۲ شعبان، روز جمعہ، پچھلا پہر۔ بمبئی میں ہوں، سمندر کا وہ کنارہ جہاں سے جہاز سوار ہوتے ہیں، ایک موٹر میں چند احباب کنارۂ مذکور کو دیکھنے گئے ہیں، انھیں میں حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب رئیس جہانگیر آباد بھی ہیں، میں بھی ہوں، موٹر سمندر کے رخ سڑک پر کھڑی رہی، سڑک بلند اور سپید ہے، سامنے گھونگھٹ کی دیوار ہے، دائیں بائیں اس میں ایک ایک دروازہ ہے بائیں دروازہ حاجیوں کے جانے کا ہے، میرے قلب پر رقت طاری ہے، اور آنسوؤں کا تار آنکھ سے بندھا ہوا ہے، نواب صاحب موصوف میری طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے ہیں، تھوڑے توقف سے دیکھا، مدینہ منورہ میں آستانۂ نبوت پر حاضر ہوں، مزاج اقدس کسلمند ہے، کاشانۂ نبوت میں رونق افروز ہیں، میں باہر اجرائے احکامِ اسلام کے لیے عمال اطراف میں بھیج رہا ہوں، یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی۔

جمعہ کے وقت مسجد دارالمصنفین نو تعمیر (معمرۂ نواب سر محمد مزمل اللہ خاں صاحب) کا افتتاح ہوا، میں نے نماز پڑھائی، آیۂ انما یعمر مساجد اللّٰہ الخ کا بعد نماز بیان کیا، اعظم گڈھ اسی لیے گیا تھا، دل میں خیال تھا کہ مقبولیتِ مسجد کا اشارہ پاتا۔

جذباتِ عقیدت

از جناب قاضی فدا حسین صاحب ایڈیٹر (دبیر بھائی)

درِ حبیب سے لائے حبیب دارُوئے دل
یقین کیجیے آسان ہو گی ہر مشکل

تاریخ مراجعت سفر حج بہنگام ملاقات از شاہ سید ابراہیم صاحب خلیل مارہروی بداہۃً فرمودند:-

چہ مبارک و خجستہ
سنہ ۱۳۴۵ھ

مصرعہا بر تاریخ مذکور:-

آمد ز حرم حبیبِ رحمٰن — گل چیدہ ز فضل دستہ دستہ
پیوستہ بہ بزم قدسِ وحدت — پیوند ز ما سوا گسستہ
در دیدہ ز خاک طیبہ توتیے — نقشِ کرمش بجاں نشستہ
تاریخ مراجعت خلیلم — گفتہ "چہ مبارک و خجستہ"
سنہ ۱۳۴۵ھ

تحریر مدیر اخبار صحیفہ حیدر آباد

۱۵ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ صحیفہ نگر، ہل چادر گھاٹ

عالیجناب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سرزمین تقدس آئین حجاز سے بعد فریضۂ حج و زیارت مقاماتِ مقدسہ مع الخیر و العافیہ مراجعت فرمائے ہند ہونے پر اس نیاز نامہ کے ذریعہ سے تبریک و تہنیت پیش کیجاتی ہے اور تمنا ہے کہ اس سعادت سے وہ دردمند بھی جلد بہرہ اندوز ہوں جو ابتک محروم ہیں۔

جناب والا کے عزیمت افروز حجاز ہوتے وقت ملاقات نہ ہو سکنے کا قلق رہا، شاید اسی کا اثر ہو گا کہ ایک خاص ملاقات عالمِ رویا میں نصیب ہوئی، غالباً ماہ صفر المظفر کی ۱۰ تاریخ تھی لیکن یہ بخوبی یاد ہے کہ صبح جو نکلنے والی تھی وہ جمعہ کی تھی، شب کے ساڑھے چار بجے کا وقت تھا۔ خواب میں جناب کو دیکھا کہ ایک بلند مقام پر ایک منبر پر اسی طرح ایستادہ ہیں جس طرح ٹاؤن ہال میں تقریر فرمائی تھی، انداز یہی ہے کہ میلاد پر تقریر فرما کے فارغ ہو چکے ہیں، اس کے بعد مجھ سے خطاب کیا ہے کہ بیان کرو، میں نے بلند آہنگی سے یہ آیۂ کریمہ پڑھی الحمد للہ الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا اللہ۔

ٹھیک یاد نہیں کہ میں نے اس آیت کو دوسری اور تیسری مرتبہ بھی پڑھا یا نہیں، لیکن ایک مرتبہ بہت صاف و واضح پڑھ کر سنایا، اتنے میں بیدار ہو گیا، چونکہ خواب معرکہ کا تھا، بالکلیہ محفوظ رہ گیا۔

تذکرۃ الحبیب کی مہم مثل سابق پیش نظر ہے۔ گوناگوں مصروفیتوں کا ایک حصہ اب کچھ کچھ اختتام کو پہنچ رہا ہے، اس کے بعد عونِ ایزدی سے توقع ہے کہ اس قابل ہو سکوں کہ جو تقریریں تاحال حافظہ میں ہیں وہ کاغذ پر آجائیں۔ اس کے بعد طباعت شروع کرادی جائے۔ فقط

خاکسار محمد اکبر علی، مدیر اخبار صحیفہ، حیدر آباد دکن

مخدومنا المعظم و مطاعنا المحترم حضرت الفضل و المجد و الکرم زید مجدہم السامی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ جزاکم اللہ و تقبل اللہ منکم

اس وقت یہ یادداشت پیش نظر ہے اور آج سے دو برس قبل وہ سماں پیش نظر تھا جو انتہائی سکون اور غایتِ فراغِ قلب کا ایک سچا نمونہ تھا، فارسی کا ایک شعر ہے ؎

بگیر ترک تعلق دلا ز مرغابی
میانِ آب چو برخاست خشک پر برخاست

اس کا صحیح مصداق جیسا کہ میں نے آپ کے سفر حجاز کو پایا، ایسی دوسری

مثال میری آنکھوں نے نہیں دیکھی۔

بعض اہل اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے لیکن ان کی جناب میں دنیا کو کہیں جگہ نہیں دی گئی تھی، وہ تھے اور خدا کی یاد تھی، عبادت کا سرمایہ تھا، فکر و مراقبہ کی سلطنت تھی، وجد و سرور کا خزانہ تھا، جب اس عالم سے کوچ کا وقت آیا تو اپنی سلطنت، اپنا خزانہ اپنے ساتھ لیتے گئے اور قلبھا اجر غیر ممنون کا نقشہ دکھا گئے لیکن اس مشاہدہ سے کہ میخ در دل زدہ ام نہ در دل آنکھیں محروم تھیں، الحمد للہ کہ آپ کے سفر نے یہ نظارہ بھی دکھلا دیا، ریاست وسیع، اولاد و احفاد سے گھر بالا مال۔ ایک سلطنت کے رکن رکین۔ انما اموالکم واولادکم کے قید و سلاسل ہر چہار طرف سے محیط، لیکن جب وقت رب جلیل کے بیت عظیم اور آستانہ رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضری کا آیا تو ساری سنگین زنجیریں تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ گئیں اور والہانہ شوق جس میں استقامت کا وقار عجیب انداز پیدا کر رہا تھا، اس شان سے لے چلا کہ عیاناً محسوس ہو رہا تھا کہ رحمت الٰہی اپنے لطف خاص کے ساتھ آگے جا رہی ہے۔

بیشک کار اینجا بفضل ست نہ کسب

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ اثر میرے دل پر اُس وقت ایسا گہرا ہوا تھا کہ اس کا متعدد مجالس میں میں نے ذکر کیا ہے اور پھر بھی یاد تازہ ہے۔

واردات اور کوائف قلبیہ اس کا یقین دلاتے ہیں کہ حج مبرور اور زیارت مقبول ہوں، فقہا، محدثین، مشائخ اور صوفیہ نے بھی علامتیں تحریر فرمائی ہیں، کلام پاک سنانا، حدیث مقدس کی اجازت لینا، یہ تحفۂ سرمدی ہے، جو آپ کو عطا ہوا، اسی پاک مقام پر قرآن پاک کا نزول ہے، اور اسی مقدس بقعہ سے وحی غیر متلو کی سعادت امت کو حاصل، پھر اب اور کیا چاہیے، خادم بنکر خدمت جاروب کشی کی سعادت حاصل کی اور علم کا خلعت جو عطا ہوا اسے پہنکر تصحیح کلام پاک اور امامت نماز۔ تقبل اللّٰہ منکم ثم تقبل اللّٰہ منکم۔

دل چاہتا تھا کہ جس مسافر پر عزم سفر کے وقت یہ رحمت کے آثار تھے وہ جب حرمین شریفین زادہما اللّٰہ شرفاً وتعظیماً پہنچکر مہمان خاص ہوا ہوگا تو رحمت و انعام کے کیسے کیسے خلعت پہنے ہوں گے، ذرا ان سے آگاہ ہوتا، لیکن حیدرآباد کی مصروفیتوں نے اس کا موقع نہ دیا، سوال کرنے سے ڈرتا تھا، اس لیے کہ محرومیت کی قابلیت نہ تھی، مگر آنجناب کا کرم جسے میں اپنی خوش نصیبی جانتا ہوں، ہر موقع پر مجھ بینوا کو یاد رکھتا ہے، اس نے خود ہی بڑھ کر حسب معمول یہ تمنا بھی پوری کر دی جزاکم اللّٰہ ثم جزاکم اللّٰہ

دروازہ کی خدمت اور کیفیتِ استقلال پڑھ کر دل سے بیساختہ دعائیں نکلیں، زہے نصیب، اس بی بی کے جس سے شوہر ایسا خوش ہوا اور جس کو ایسی مبارک سرزمین پر ایسی خدمت اور راحت رسانی کی سعادت حاصل ہو۔ ربنا تقبل منھا۔

حضرت مولانا گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خاص نسبت حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھی، یہ اسی نسبت کا پرتو تھا جو مزار اقدس پر حاضری کے وقت آپ پر وارد ہوا۔

گھوڑا اعمال صالحہ اور عقیدت حسنہ ہے، اس کی رفتار بناؤ سنوارا عمل کی صداقت اور عقیدہ کی رزانت ہے، بیعت آپ کی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں ہے۔ اس لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک طرف اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسری طرف ہونا نسبتِ محمدی اور نسبتِ صدیقی کا جلوہ ہے۔

الحمد للہ دو مرتبہ اس یادداشت مسمّی بہ "فوزِ عظیم" کو اس وقت تک پڑھ چکا ہوں، ہر بار ایک نیا لطف دل نے محسوس کیا، باوجود تاریکی قلب آپ کے پُر درد جوش عقیدت میں ڈوبے ہوئے جملے کیفیت پر کیفیت پیدا کرتے گئے، ہیں انداز تحریر سے یوں خوش ہوں کہ حال قال میں پوری طرح جلوہ نما ہے جزاکم اللہ وتقبل اللہ منکم۔ زیادہ اللہ بس باقی ہوس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ کہ بہ عنایات و برکات خاتم الرسل، رحمۃ للعلمین، امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، آج بتاریخ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ اس "فوز عظیم" کے دیدار و مطالعہ، آثار و ثمرات سے مستفیض ہونے کا موقع اس عبد خائن کو ملا جس کی پینتیس ۳۵ سالہ زندگی غالباً صرف خیانتوں ہی بسر ہوئی۔
رب اغفر لی وتب علی، انک انت التواب الرحیم۔

اس کتاب نے یا چند اوراق نے جو اپنے انتساب کی بدولت قدسی مآب ہو چکے ہیں، مجھ پر کیا اثر ڈالا، اسے قلمبند کرتا ہوں، واللہ علیٰ ما نقول شہید۔ لیعبد واللہ مخلصین لہ الدین کی تفسیر ناطق کے دیکھنے کا موقع ملا۔ یھدی الیہ من ینیب کے قطعی نتائج جو قطعی تجربات سے ماخوذ ہیں، ان کو ایسے قلم سے مکتوب پایا جس کے متعلق میرا وجدانی تجربہ یہ ہے کہ اس کے الفاظ حتی الوسع اپنے معانی کے حدود سے متجاوز نہیں ہوتے، رحم اللہ الکاتب المغفور السعید کہ انھوں نے اپنے جنچے تلے احساسات اور مشاہدات و مبشرات کو احتیاط کے ساتھ جمع فرمایا ہے، اغراق و غلو سے پاک، وساوس و خطرات نفسانی سے مصفا واردات کا یہ مجموعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

زندہ خالق رحمٰن کی جستجو نا کام نہیں ہوتی، بیت اللہ کے داخلہ کا احساس اور روضۂ مطہرہ مقدسہ میں خادموں کے ساتھ اسی حیثیت کے ساتھ داخل ہونا جس حیثیت سے ایک امتِ مرحومہ کے ایک فردِ مرحوم کو داخل ہونا چاہیے، اور اس کے بعد تمام ذہنی تغیرات کی تحلیل کے بعد بھی غیر اختیاری سکون کی یافت، دلیل ہے کہ انسانی روح صرف کسی کے خیال اور دھیان سے نہیں، بلکہ مطلوب کے قربِ واقعی و نفس الامری سے اسی طمانیت کو حاصل کرتی ہے، جو تصور و خیال کے نتائج سے قطعاً ممتاز ہے، مجھ پر غارِ حرا کے تاثر کا اثر، عرفات کے تاثر اضطراری سے کم مترتب نہیں ہوا۔ اور معلوم نہیں کہ جامع اوراق کے بیان کے بعد سے بلکہ اس وقت سے جب وقت انھوں نے اپنی زبان مبارک سے اس حرائی وجدان و ذوق کا تذکرہ کیا ہے، ایک خاص نسبت پیدا ہو گئی ہے، اور اکثر اس کا خیال آتا ہے، عجیب و غریب ہیجانوں کا ایک سلسلہ دل و دماغ میں ہل چل ڈالتا ہے۔

ع۔ خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں

بہر حال مبارک ہے وہ شخص جس کو اجمیر کی شہادت میں بسط کی بشارت سنائی گئی، جس کے دل پر فضل رحمانی توجہات نے

لنگر کا کام کیا، اور جس کے لیے اسٹیشن پر خود اس کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی اعانت آنکھ کھولنے کے ساتھ مجسم ہوئی، اور جس کے لیے نجد کے وحشیوں نے رافت و رحمت کی کرنیں اپنے اندر محسوس کرائیں، اور جس نے عرفات میں وہ دیکھا جو "اخلصوا دینھم للّٰہ" والوں کو دکھایا جاتا ہے، اور جس کی زبان پر اس کے ارادہ و اختیار کو سوخت کر کے خود کریم کریم بنکر آیا، اور اس سے وہی کہلوایا جس کا وعدہ اپنے اچھوں سے کرتا ہے۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ اور جس کے لیے کوثر کے پیمانہ بردار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طیبہ کا آبِ زلال عالم شہادت میں اس احساس کے ساتھ بھیجا کہ پانے والے نے اس کو اسی طرف سے پایا جہاں سے وہ آیا تھا، کتنی قیمتی ہے وہ جاروب جن کو اے نواب صدر یار جنگ بہادر آپ نے کس زمین مبارک پر سجدہ ریزی کے لیے چھوڑا ہے، وانت بھذا البلد کی قسم وہ کھاتا ہے جس کی قسم سب کھاتے ہیں، مفسرین نے مکہ معظمہ مراد لیا ہو لیکن وصف کا اشتراک، بلکہ ابتو تخصیص، اس قسم کو کہاں پھیر دیتی ہے، آپ نے ناشر قرآن کا جلال اور امت کی آسانیوں کی اشاعت کرنے والی حقیقت صدیقیہ کو محسوس کیا، عمر بھر جس قرآنی دشت کے کوچہ کی خاک چھانتے رہے، آج اس کے سرچشمہ پر پہنچ کر نصیب ہوا۔

الحاصل آپ نے مجاہدہ کیا، شعب ابی طالب کے پاس ہی، آپ پر بھی تین سال کے لیے نہیں، بلکہ چند دنوں کے لیے کھانا پینا کسی وجہ سے رُکا گیا۔ تو پھر اس کا شکر کیوں نہیں ادا فرماتے کہ اس گھاٹی میں آپ کی غمخواری بھی اسی حقیقت کے رنگ میں رہی جو ابو طالب کے شعب میں اُس کے درجہ کے لحاظ سے غم خواری کر رہی تھی، جیسل اللّٰہ بہا مابہا۔ اس گھاٹی سے نکلنے کے بعد آپ حرم محمدی علیٰ صاحبہ الف سلام وتحیہ سے روانہ ہوئے، اور ٹھیک رات کی تاریکی میں جس میں چاندنی کا نور موج مار رہا تھا، آپنے اپنے بے قابو نفس کو اپنی رانوں کے نیچے پایا۔ اسکی چال کا حال براق کے حالات میں پڑھیے میں کس قدر غبطہ کروں، کس قدر رشک کروں کہ جبریل امین کی جگہ آپ کا عروج اس واسطۂ کبریٰ جلیلہ کے ذریعہ سے ہوا، جس سے بڑا واسطہ انسان اور خدا کے درمیان نہ کوئی ہوا نہ ہو گا۔ آپ نے "صدیقیت" کی اشاعت میں اپنے کو شریک کیا تھا، پھر دیکھا کہ اس کا معاوضہ کس شکل میں ملا، بہت کم دو اور بہت زیادہ لو، اس کا تماشا کیا عجیب تھا، جن آیات کا مشاہدہ معراج کلی میں ہوا تھا، اسی کا ظہور شہادت میں ہوا کہ آدمیت کے دور سے گذرتے ہوئے دعائے ابراہیم (صلی اللّٰہ علیہ وسلّم) نے ابراہیمی

فرض کو ادا کرنے کے بعد إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ الآیہ
کی سورہ سنا کر صدیق اکبرؓ کے سینۂ انور یعنی طوفانِ غمِ فراق
کے سمندر کو متلاطم کر دیا۔

پھر آلِ یعقوب کو اگر ولا تیئسوا من روح اللہ کی شہادت
سناتے ہوئے کوئی اسماعیلی دیوانہ یہ کہے کہ "جائزہ دلانے کا ظہور
ہونے والا ہے، تو اس اچھی اور پاک امید کا کیوں نہ انتظار
کیا جائے، آپ نے غضب کر دیا۔

"ایک سیاہ کار کو اس پیاری رات کی ٹھنڈی چاندنی
میں اس کوہستان میں ہاں ان ہی پاک میدانوں میں جس کے متعلق
دل کے کیا کیا ارمان ہیں۔ اللہ اکبر اس عروج کی حالت میں
اپنے دماغ عالی میں جگہ دیدی، جس کا وہ کسی طرح مستحق
نہیں تھا، ای "بے شک" فخر والے آپ نے یہ کیا کیا؟"

حدیث میں آیا ہے کہ تہلیل و تسبیح حول عرش میں گھومتی
ہیں، اور مسبح و مہلل کی یاد دلاتی ہیں۔ کیا کہوں کہ آپ میرے
کیا بن گئے۔ بس اب آپ اس عبد خاطی کے لیے استغفار
کیجئے اور اسی طرح اپنے قلب صافی میں کبھی کبھی گذرنے
کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ حدیث میں ہے:۔

من استغفر للمؤمنین والمؤمنات فی کل
یوم خمس عشر مرات یرزق بهم اهل الارض

المستغفر لذنوبه
مناظر احسن گیلانی